

پندرہ روزہ

الشیعیت

کو جرانوالہ

نیز پرستی:
شیخ الحدیث مولانا محمد سر فراز خان صفدر دامت بر کاظم

نیزاد است:
ابو عمار زاہد الرّاشدی

الشّریعۃ الکادی
مرکزی جامع مسجد کو جرانوالہ

حدت امت کا داعی اور غلبہ اسلام کا عالم بدار

عالم اسلام کے خلاف امریکہ کا اعلان جنگ

۱۹۸۷ء کے وسط میں سابق امریکی وزیر خارجہ اور عالمی شرط یافت متعدد کتابوں کے یہودی مصنف و دانشور ہنری کسجر نے عالم اسلام کے بارے میں ایک پیشگوئی کی۔ تب جنل محمد فیاء الحق پیدا ہوتے تھے۔ سویت یونین کا شیرازہ بکھر کا ققا۔ اسے لخت لخت کرنے میں جماں افغان مجاهدین کی قوت ایمانی اور افغان شمدادے کے پاک خون نے اپنا ایک نمیاں اور زبردست کروار ادا کیا، وہاں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امریکیوں نے بھی اس میں اپنا ایک مخصوص حصہ ڈالا۔ افغان جہاد نے سویت یونین کی قوت کو اس بڑی طرح سے منتشر کیا کہ اس کے بطن سے کئی ایک ممالک نے جنم لیا اور کئی ایک قوموں نے آئندہ بائیوں کے طویل عرصے کے بعد آزادی کا سانس لیا۔ سویت یونین کے نوٹے میں اس کے اپنے بوجھے نے بھی ایک کروار ادا کیا۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ یہ عظیم الجد "umarat" زمین بوس ہوئی تو تب ہنری کسجر نے ایک پیش گوئی کرتے ہوئے کہا: "جنگ عظیم دوم کے خاتمے کے ساتھ یہ سویت روس کے ساتھ ہمارا "چھڈا" شروع ہو گیا تھا۔ سرد جنگ نے پھر اسی "چھڈے" سے جنم لیا۔ امریکہ نے ۱۹۵۰ء ہی میں فیصلہ کر لیا تھا کہ ہمیں سویت روس کی یونین کو توڑنا ہے۔ امریکی "سی آئی اے" کو یہ مم سونپی گئی۔ امریکہ کے کئی ایک نامور اور لیرجاسوس اس مم کی نذر ہوئے کہ روی سیکرٹ سروس "کے جی بی" پوری طرح محکم تھی۔ ۲۳ برس بعد امریکہ آخر کار روس کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ ایک صبر آزمائہ اور اعصاب ملنک مم تھی مگر امریکہ بالآخر کامیابی سے ہمکار ہوا۔ "ہنری کسجر نے آگے چل کر لکھا: "امریکہ نے عالمی سطح پر سویت یونین کو توڑ کر ایک لامانی فتح حاصل کی ہے مگر اسے یاد رکھنا چاہیے کہ ابھی اس کے امتحان کا وقت ختم نہیں ہوا ہے۔ اب دنیا کے میدان میں امریکہ کا سامنا عالم اسلام سے براہ راست ہونے والا ہے۔ میں واضح طور پر دیکھ رہا ہوں کہ ہلاں و ملیب ایک بار پھر تاریخ کے جھروکے سے نکل کر آئنے سامنے ہونے والے ہیں۔"

دانش کے نقاب میں چمپی ہوئی ہنری کسجر کی اس دھمکی آمیز پیشگوئی کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک اور امریکی دانشور نے ہنری کسجر کی فکر کو منزدہ بڑھاوا دیا۔ اب کے اس میدان میں یہ سو تکل پی ہستکشن سامنے آتے ہیں جنہیں امریکہ کے تنک میکلوں میں متاز مقام حاصل ہے۔ موصوف امریکہ کے نامور اور انتہائی گران تعلیمی ادارے ہاؤرڈ یونیورسٹی کے استاد ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں انہیں کس نظر سے دیکھا جاتا ہے، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۹۷ء میں لندن سے شائع ہونے والے مشور اخبار انڈی چینڈنٹ نے انہیں یہ میوسیں صدی کا پیغمبر (Prophet) قرار دیا۔ گزشتہ سے پیوست سال ہستکشن صاحب نے ایک مزركہ آر اکٹاب لکھی جس کا چار مانگ عالم میں شہر ہوا۔ اس کتاب کا نام ہے Clash of Civilisations اسی تصنیف میں ہستکشن نے ہنری کسجر کی فکر کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا: "وہ گھری کل آجائے یا پر سوں گھروہ آکر رہے گی جب عالم اسلام اور عالم میساہیت باہم بر سر پیکار ہونے والے ہیں۔ یہ دو قوموں کا تصادم نہیں بلکہ دو نظریوں اور دو تنہیوں کا تصادم ہو گا اور یہ تصادم صلاح الدین الیوبی کے دور کی ہمال و ملیب کی جگتوں سے قطیٰ مختلف اور کہیں زیادہ ملک اور خوفناک ہو گا۔" لندن سے شائع ہونے والے سامراج نواز ہفت روزہ جریدے "اکاؤنٹ" کی ایک اشاعت بمنیان "۱۹۹۵ء کی دنیا" میں معاون ایٹھے ہنری این بینڈ ھم نے بھی اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ایکیسویں صدی میں مغرب اور امریکہ اسلام کے زبردست حریف ہوں گے۔ برائے بینڈ ھم نے یہ بھی لکھا ہے کہ آئندہ صدی میں موقع پذیر ہونے والی اسلام اور مغرب کشمکش میں چین اسلامی قوتوں کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ انسی خدشات کے پیش نظر ہستکشن نے اپنی مزركہ آر اکٹاب "تنہیوں کا تصادم" میں اہل مغرب اور امریکہ کو خبردار کرتے ہوئے لکھا کہ "لہذا امغrib اور امریکی قوتوں کو اسلام کو زیر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی غالب معاشری اور فوجی طاقت کو بدستور قائم رکھیں اور اس میں ہمہ دم اضافہ کرتے رہیں۔"

عالم اسلام کے تعلیم یافتہ طبقے میں جملوں سے بڑھتی ہوئی رغبت اور دین اسلام کی مبادرات سے بڑھتا ہو اعشق امریکیوں کے لیے بطور خاص تشییش کا باعث ہے۔ ہنری کسجر اور ہستکشن ایسے دانشور اپنی پیشین گوئیوں کا غام مواد میں سے لائے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں یہ حقیقت از بر کر لئی چاہیے اور اسے دل و دماغ میں بخوبی بخالی بخالی چاہیے کہ امریکہ کے نامور تجویہ نگاروں، دانشوروں اور تنک میکلوں کو امریکی سرکار کی سپر تی ہمیشہ حاصل رہی ہے۔ اگر کسی کو اس میں کوئی شک اور شبہ ہو تو اسے ایک اور امریکی فلسفی و تجویہ نگار نوم چاہسکی کی نصف درجن سے زائد تصانیف کی ورق گروانی کر لئی چاہیے جن میں اس جری اور درویش صفت عالم نے پانگ دل امریکی سازشوں اور مناقب کو بنے نقاب کیا ہے۔ نوم چاہسکی کی ان تحریروں کے باعث امریکی یہودیوں نے اس پر نیمار کٹائی، واکٹشن پوست اور دل اسٹریٹ جرٹ ایسے بڑے اور معروف اخباروں کے دروازے گزشتہ تیس برس سے بند کر کے ہیں۔ چنانچہ اس حقیقت کی روشنی میں بھاطور پر کما جا سکتا ہے کہ امریکی دانشوروں، فلسفیوں اور تنک میکلوں کے طے کردہ اصولوں، وضع کردہ نظریات اور تحدید راستوں کو حکومت امریکہ اپنے لے لائے گل اور اپنی سرکاری پالیسیوں کا حصہ بناتی ہے۔ کسجر اور پوفیر ہستکشن نے ہبھاتی کتابوں میں کسی تھیس اب امریکہ ان پر عمل کرتے ہوئے عالم اسلام سے دو دو ہاتھ کرنے پر اتر آیا ہے۔

پندرہ روزہ

الشیعۃ الکادمی

ترجمان

گوجرانوالہ

شمارہ ۱۸-۲۰

۲ ستمبر ایکم آئتوبر ۱۹۹۹ء

جلد ۱۰

زیر مجموعی

حضرت مولانا محمد فراز خان صدر
حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی

ربیس (التحریر)
ابو عمار زاہد الراشدی

مدرس
حافظ محمد عمار خان ناصر

مدرس منظر
عامر خان راشدی

زیر معاون

سالانہ ایک سو روپے
نی پرچہ پانچ روپے
بیرونی ممالک سے
دس امریکی ڈالر سالانہ
خط و کتابت کے لیے

مرکزی جامع مسجد
پوسٹ بکس 331 گوجرانوالہ

فون و فیکس
0431-219663
ای میل
alsharia@hotmail.com
ویب ایڈریس
<http://www.ummah.net/al-sharia>

زرخناز اشتخارات

آخری صفحہ
دوہزار روپے
اندرونی صفحہ نائیٹل
پندرہ سو روپے
اندرونی صفحہ عام
بارہ سو روپے

مسلم پر سُن لاء اور موجودہ عالمی صور تحال

۲۰ اگست ۱۹۹۹ء کو مرکزی جامع مسجد گلاسگو (برطانیہ) میں جمیعت اتحاد المسلمين کے زیر انتظام ایک نشست میں "مسلم پر سُن لاء" کے حوالہ سے کچھ گزارشات پیش کرنے کا موقع ملا جن کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

میں آزادانہ مرمنی سے شادی کر سکتے ہیں، مگر اسلام میں مسلمان عورت کا نکاح کسی غیر مسلم مرد سے نہیں ہو سکتا، اور مسلمان مرد بھی اہل کتاب کے علاوہ کسی اور غیر اسلامی مذہب سے تعلق رکھنے والی خاتون سے شادی نہیں کر سکتا۔ یہ ایک بنیادی فرق ہے جس کا اظہار آپ کے سامنے اس وقت ہوتا ہے جب یہاں کسی مغلی ملک میں کوئی مسلمان لڑکی کسی غیر مسلم نوجوان کے ساتھ عدالت کے ذریعہ شادی کرتی ہے اور آپ عدالت سے رجوع کرتے ہیں کہ اسلام اس شادی کی اجازت نہیں دیتا تو یہاں کی عدالت آپ کا اعتراض سننے کے لیے تیار نہیں ہوتی اور موجودہ میں الاقوای معيار کے مطابق نہ صرف اس شادی کو جائز قرار دے دیتی ہے بلکہ یہاں کا سُنم اس شادی کو مکمل تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح نکاح کا رشتہ ختم کرنے میں موجودہ میں الاقوای قانون خاوند اور یہوی کا یکساں حق ختم کر سکتا ہے۔ جبکہ اسلام نے نکاح کا رشتہ غیر مشروط طور پر ختم کرنے کا حق خاوند کو دیا ہے، نبے قرآن کریم نے "بیدہ عقدۃ النکاح" کے ساتھ بیان کیا ہے اور عورت کو یہ حق برہا راست اور غیر مشروط طور پر نہیں دیا گیا بلکہ خلخ کے عنوان سے عورت کا یہ حق عدالتی پر اسیں کے ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ کچھ بھی ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ اسلام عورت کو نکاح کا رشتہ ختم کرنے کا حق غیر مشروط طور پر نہیں دیتا اور یہ بات موجودہ میں الاقوای قانون سے متصادم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں برطانیہ میں کوئی مسلمان خاتون اپنے خاوند کو عدالت کے ذریعہ طلاق دے دے اور عدالت اس کی طلاق کو تسلیم کرے تو کوئی عدالت خاوند کا یہ اعتراض سننے کے لیے نیا نہیں ہو گی کہ چونکہ شرعی قوانین کی رو سے طلاق دینے کا حق صرف اس کا ہے، اس لیے یہ طلاق واقع نہیں ہوئی پہنچ پہنچ قانونی طور پر وہ طلاق واقع ہو جائے گی اور یہاں کا سُنم اس طلاق کا تحفظ بھی کرے گا۔ اس کے علاوہ دراشت کے معاملہ میں بھی قرآن کریم نے حصول کی جو تقيیم کی ہے " واضح طور پر غیر مساویان ہے۔ خاوند کے فوت ہو جانے کی صورت میں یہوی کو ایک صورت میں "آئھوں اور دوسرا صورت میں چوتھا حصہ مٹا ہے اور بیٹھی کا حصہ ہر صورت میں بیٹھے سے نصف ہوتا ہے" جبکہ میں الاقوای قانون اس سلسلہ میں برابری کا مقاضی ہے اور قرآن کریم نے یہاں

کچھ عرصہ سے یورپ میں مختلف ملکوں کی طرف سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کو پر سُن لاء میں اپنا جد اگانہ تشکیل تسلیم کرنے کے لیے آواز بلند کرنی چاہیے۔ سرکردہ علماء کرام کی یورپی کونسل نے دو ماہ قبل جرمی میں معروف سکالر ڈاکٹر محمد یوسف قرشلی کی زیر صدارت اجلاس منعقد کر کے اس تجویز کی طرف دینی اواروں کی توجہ ولائی ہے اور برطانوی دارالاہماء کے مسلمان رکن لارڈ نذری احمد نے بھی ایک حالیہ تقریر میں اس کا تذکرہ کیا ہے اس لیے اس بارے میں کچھ معروضات پیش کرنا چاہ رہا ہوں لیکن قبل اس کے کہ غیر مسلم اکثریت کے ملکوں میں مسلم اقلیتوں کے لیے مسلم پر سُن لاء کی اہمیت پر کچھ عرض کروں خود مسلم ممالک میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور جہاں مسلمانوں کی اپنی حکومتیں قائم ہیں، مسلم پر سُن لاء کی صورتحال کے بارے میں گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ ہمارے مخفی قوانین اور فیلی لاز خود مسلم ممالک میں خطرے میں ہیں اور مسلم حکومتوں پر میں الاقوای طور پر دیباڑ مسلسل بڑھ رہا ہے کہ وہ اپنے ممالک میں عمومی قوانین اور خاص طور پر پر سُن لاء یعنی نکاح و طلاق اور وراثت سے متعلقہ قوانین کو میں الاقوای معيار کے مطابق ہانے کے لیے قرآن و سنت کے بیان کردہ ضابطوں میں تبدیلی کریں اور انہیں عالمی معيار کے مطابق بنائیں۔

اس سلسلہ میں میں الاقوای معيار سے مراد اقوام متحده کا بنیادی حقوق کا چاروڑ اور اس کی تحریک میں اقوام متحده کے مختلف اواروں اور کانفرننسوں کی قراردادیں ہیں جن کی بہت سی باتیں نکاح و طلاق اور وراثت کے بارے میں قرآن و سنت کے صریح احکام سے متصادم ہیں اور اسی لیے میں الاقوای اواروں اور لیبیوں کی طرف سے مسلم ممالک سے یہ کما جا رہا ہے کہ جب وہ اقوام متحده کے رکن ہیں اور اقوام متحده کے چاروڑ پر دھنخت کر چکے ہیں تو انہیں اس کے مطابق اپنے قوانین میں تسلیم کرنی چاہیے اور اقوام متحده کے چاروڑ اور اس کے اواروں کے فیصلوں کا احراام کرنا چاہیے۔ اقوام متحده کے چاروڑ کی بنیاد پر موجودہ میں الاقوای قوانین اور قرآن و سنت کے شرعی احکام میں کیا فرق اور تفاہ ہے؟ اس کو واضح کرنے کے لیے دو تین باتوں کا بطور مثال ذکر کرنا ضروری ہے۔ مثلاً میں الاقوای قوانین کے مطابق کوئی بھی مرد اور عورت رنگ نسل اور نہاد کے امتیاز کے بغیر آپس

مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ ہم نے پاکستان میں عورت کو بھی طلاق کا حق دے دیا ہے۔ اسی سے باقی قوانین کے رخ کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اب اقوام متحده کی تاہرہ اور بیجنگ میں ہونے والی خواتین کانفرنسوں کے بعد ان کی قراردادوں اور فیصلوں کی روشنی میں اگلے مرحلوں کی طرف پیش رفت ہو رہی ہے، اس سلسلہ میں پریم کورٹ آف پاکستان کے ایک حاضر نرسوں جس کی سربراہی میں قائم ہونے والے "خواتین حقوق کمیشن" نے کچھ عرصہ قبل جو سفارشات پیش کی ہیں وہ قانون سازی کے لیے وزارت قانون کی میز پر ہیں اور ان میں واضح طور پر سفارش کی گئی ہے کہ عورت کو بھی مرد کی طرح طلاق کا مکمل حق دیا جائے اور وراست کے حصوں کی غیر مساویات تقسیم ختم کی جائے اس کے ساتھ ہی عدالتون میں بھی اس نوعیت کے فیصلے ہونے لگے ہیں مثلاً لاہور ہائی کورٹ نے ایک فیصلہ میں نلح کو عورت کا مساوی حق طلاق قرار دیا ہے اور سند ہیں کورٹ نے ایک فیصلہ میں بھی کے نصف حصے کو انصاف کے منالی قرار دے دیا ہے اور اس طرح ہم نے قرآن و سنت کا تائش برقرار رکھتے ہوئے یہیں الاقوایی معیار کے قریب آنے کے لیے شرعی احکام کی نئی اور من ملنی تعبیر و تشریع کا راست افتخار کر لیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ یہیں الاقوایی قوانین کے معیار کو پورا کرنے اور مغربی اور اروپیوں کو مطمئن کرنے کے لیے قرآن و سنت کے احکام و قوانین کی نئی تعبیر و تشریع کا یہ عمل مسلم ممالک کی حکومتوں اور حکومتی اداروں کا ہے۔ مگر عام مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کی رائے عامہ نے اس عمل کو قبول نہیں کیا کیونکہ ہر مسلم ملک میں دینی حلقة اور عام مسلمان قرآن و سنت کے احکام و قوانین کی اسی تعبیر و تشریع پر بختنی سے عمل ہیا ہیں جو چودہ سو سال سے اجتماعی طور پر چلی آرہی ہے اور وہ اس میں کسی قسم کا رد و بدل قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ دینی ادارے ہر جگہ مراجحت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ابھی بھلک دیش سے آئے ہوئے ہمارے پرانے بزرگ مولانا محبی الدین خان نے مجھے لندن میں بتایا کہ بھلک دیش کے ہائیکورٹ نے کو میلا کے ایک مقدمہ میں طلاق یافت خلوتوں کو سابق خلوت کی طرف سے زندگی بھرنا و نفع دیے جانے کا حکم صادر کر دیا تو سرکردہ علماء کرام نے شریعت کو سلیمانیہ کر کے اسے پریم کورٹ میں چیلنج کیا اور عدالت عظمی نے علماء کرام کا موقف سننے کے بعد ہائیکورٹ کے فیصلے کو قرآن و سنت کے منالی قرار دے دیا۔ الغرض یہ ایک الگ سکھیش ہے جو مسلمان حکومتوں اور ہیں حلتوں کے درمیان جاری ہے اور عام مسلمان اور دینی حلتوں کے درمیان جاری ہے اور عام مسلمان ہر ملک میں قرآن و سنت کے خواہ۔ علماء کرام اور دینی حلتوں کے ساتھ ہیں۔

یہ قدرے تفصیل میں نے اس لے عرض کی ہے تاکہ آپ حضرات کے سامنے وہ صورت حال واضح ہو جائے اس وقت مسلم ممالک میں ہمچن

کردہ غیر مساویات حصوں کو غیر منصفانہ قرار دیتا ہے۔ لہذا جب وراشت کے قوانین کو یہیں الاقوایی معیار کے مطابق بنانے کی بات کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کے بیان کردہ حصوں پر نظر ہافی کر کے ان میں ترمیم کی جائے۔

یہ تین مثالیں میں نے اس لیے دی ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ نکاح، طلاق اور وراشت کے باب میں قرآن و سنت کے بیان کردہ قوانین آج کے موجود یہیں الاقوایی قوانین سے متصادم ہیں اور اقوام متحده کے مختلف اداروں سمیت یہیں الاقوایی حلقوں کی طرف سے مسلم ممالک پر یہ دبلہ مسلسل بڑھ رہا ہے کہ وہ اپنے قوانین میں رد و بدل کر کے انہیں یہیں الاقوایی معیار کے مطابق بنائیں۔ اس پر مسلم ممالک اور حکومتوں کا رد عمل تین طرح کا ہے، ایک رد عمل ترکی کا ہے کہ اس نے پون صدی قبل ہی قرآن و سنت کے احکام سے اعلانیہ دست برداری اختیار کر کے مغربی قوانین کو قبول کر لیا تھا اور وہ اپنے اس فعل پر بختنی کے ساتھ قائم ہے۔ بلکہ اگر ترکی میں اس حوالہ سے قرآن و سنت کے احکام کی طرف واپسی کا معمولی سارہ جان بھی نظر آنے لگتا ہے تو ریاستی قوانین اور ادارے اسے روکنے کے لیے پوری طرح سرگرم ہو جاتے ہیں۔ دوسرا رد عمل مارت اسلامی افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کا ہے کہ وہ قرآن و سنت کے احکام کے ساتھ بے چک وابھگی قائم رکھتے ہوئے اقوام متحده کے چارڑ اور اس کی بغیاد پر تخلیل پانے والے موجود یہیں الاقوایی قوانین کو قبول کرنے سے صاف انکار کر رہے ہیں اور ان کا یہ واضح انکار بھی اس بات کی ایک بڑی وجہ ہے کہ افغانستان کے فیصلے پر کنشوں اور دارالحکومت کا بقہہ حاصل کرنے اور اپنے زیر تسلط علاقے میں مکمل امن قائم کر لینے کے باوجود ان کی حکومت کو اقوام متحده میں تسلیم نہیں کیا جا رہا اور انہیں اقوام متحده میں افغانستان کی نشست سے محروم رکھا جا رہا ہے۔

ترکی اور افغانستان کے فیصلے تو دو نوک اور غیر بہمیں ہیں جو سب کے سامنے ہیں۔ لیکن ایک تیرا رد عمل بھی ہے جو پاکستان سمیت پیشتر مسلم ممالک کا ہے کہ قرآن و سنت پر عملدرآمد کا تائش بھی باقاعدہ میں رہے اور مغرب کو بھی مطمئن رکھا جائے اس کے لیے ایک الگ راست اختیار کیا گیا کہ قرآن و سنت کے احکام و قوانین کی الگی تعبیر و تشریع کی جائے جس سے قوانین کو مغرب کے معیار کے قریب تر لایا جائے، ہمارے ہاں اس سلسلہ میں پہلی کوشش صدر محمد ایوب خان مرحوم کے دور میں مسلم فیصلی لاز آرڈننس یعنی عالمی قوانین کے نزاکی کی صورت میں ہوئی تھی جس کی متعدد وفاتوں کو ملک کے تمام مکاتب تحریر کے علماء کرام نے متفق طور پر قرآن و سنت سے متصادم قرار دیا لیکن اس کے باوجود وہ تائذ ہوئے اور ابھی تک ریاستی قوت کے مل بوجتے پر مسلسل نافذ العمل ہیں۔ ان قوانین میں سے صرف ایک مثل دوں گاکہ نکاح کے فارم میں خلوت کی طرف سے عورت کو طلاق کا حق تفویض کر دینے کا خانہ رکھ کر ہم نے مغرب کو

کی۔ اب آئیے ان ممالک کی طرف جہاں مسلمان اکثریت میں نہیں ہیں۔ اس مسلمہ میں بھارت کے مسلمان مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ تمام تر مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود اپنے خاندانی قوانین کا تحفظ کیے ہوئے ہے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی سربراہی میں تمام مکاتب فکر کا مشترکہ ”آل انہیا مسلم پر عل لاء بورڈ“ پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کے پر عل لاء کے تحفظ کی جگہ لڑ رہا ہے۔ بھارت میں ”کامن سول کوڈ“ کے غافر کے نام سے مسلمانوں کے جداگانہ مخفی قوانین کو ختم کرنے کی ممکنیکی عرصہ سے چل رہی ہے اور مسلمانوں پر دیا وہ لا جارہا ہے کہ وہ قوی پیغمبرتی کی خاطر نکاح و طلاق اور وراثت میں اپنے جداگانہ مذہبی قوانین سے دست بردار ہو کر ”کامن سول کوڈ“ قبول کر لیں اور یہاں بھی کامن سول کوڈ سے مراد وہی میں الاقوایی قوانین اور معیار ہے، جس کا تذکرہ میں نے پہلے اقوام متحده کے چاروں کے حوالہ سے کر دیا ہے، مگر انہیں مسلمان اس معاملہ میں بالکل بے لپک ہیں اور پر عل لاء میں اپنے مذہبی احکام و قوانین کے تحفظ کا پوری طرح عدم کیے ہوئے ہے جس پر وہ بلاشبہ تحریک، تحسین اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔ جہاں تک مغلی ممالک کا تعلق ہے۔ میں نے چند ایسے سائل کا ابتداء میں ذکر کر دیا ہے جن کا سامنا آپ حضرات کو یہاں درپیش ہے، ”ثلا“ مسلمان یونی کی غیر مسلم لوگوں سے شادی، مسلمان یوہی کا عدالتی سسٹم کے ذریعہ خالوند کو طلاق دینا اور وراثت کے حصوں کی غیر مساویانہ تقسیم، اس سسٹم کے سائل آپ حضرات کو مسلم پیش آتے ہیں اور آپ جب مذہب اور اپنی روایات کے حوالہ سے بات کرتے ہیں تو آپ کی بات قطعی طور پر نہیں سن جاتی، لیکن گھروں سے بھاگ جاتی ہیں، لڑکے بانی ہو جاتے ہیں، انہیں اس مسلمہ میں ریاستی سسٹم کی طرف سے مکمل تحفظ اور پشت پناہی میں آتی ہے اور اس کے نتیجے میں یہکثوں مسلم خاندان ترکتہ ہو کر رہ جاتے ہیں جبکہ عالمی صور تعلیم یہ ہے کہ پر عل لاء اور لپکر میں ہر قوم کے جداگانہ شخص کے حق کو تعلیم کیا گیا ہے، امریکہ میں یہودیوں کو پر عل لاء بلکہ بزنس لاء میں بھی اپنے مذہبی قوانین پر عمل کرنے اور ان کے لیے الگ عدالتیں قائم کرنے کا حق حاصل ہے، یہاں برطانیہ میں بھی یہودیوں کو جداگانہ پر عل لاء کا تحفظ حاصل ہے اس لیے مسلمانوں کو بھی پر عل لاء میں اپنے جداگانہ شخص کو تعلیم کرنے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہاں کی حکومت کو اس سے کوئی انکار ہو گا کیونکہ اسی برطانیہ نے جب بر صیر پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش اور برصغیر مشتعل متحده ہندوستان میں مغلوں سے اقتدار حاصل کیا تھا تو مغلوں کے دور سے چلا آئے والا عدالتی نظام ختم کر دیا تھا، اس وقت متحده ہندوستان کی عدالتیں میں فتاویٰ عالمگیری تاذق تھا اور اس کے مطابق مقدمات کے فیضی ہوتے تھے۔ جسے انگریزوں نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد ختم کر کے انگریزی قوانین تاذکرے کیے تھے جو اب تک پڑھے آرہے ہیں لیکن انہوں نے پر عل لاء یعنی نکاح و طلاق اور

و طلاق اور وراثت کے اسلامی قوانین کے حوالہ سے مسلمانوں کو درپیش ہے اور اسی بنیاد پر میں نے عرض کیا ہے کہ مسلم پر عل لاء خود مسلم ممالک میں خطرہ میں ہیں اور انہیں مغلی ممالک کے قوانین سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ایک مسلسل عمل جاری ہے اور صرف پر عل لاء اور خاندانی قوانین کی بات نہیں بلکہ قرآن و سنت کے دیگر احکام و قوانین بھی مغلی دیا وہ کی زد میں ہیں مثلاً اقوام متحده کے چاروں کی ایک دفعہ میں کما گیا ہے کہ کسی مجرم کو دی جانے والی سزا ہلت، ذہنی اذیت اور جسمانی تشدید سے خالی ہوئی چاہیے یعنی سزا ایسی ہو کہ اس میں مجرم کی توہین سے ہوتی ہو، وہ ذہنی اذیت کا شکار ہے ہو اور اسے جسمانی تشدید کا شکار بھی نہ بنتا پڑے۔ اس بنیاد پر باتھہ کائی، سلگار کرنے، کوڑے مارنے اور کھلے بندوں عام لوگوں کے سامنے سزا دینے کے سب قواعد و ضوابط اس میں الاقوایی معیار کے متناسق قرار پاتے ہیں۔ جرائم کی شرعی سزاوں کی میں الاقوایی اور اوروں کی طرف سے جو مخالفت ہوتی ہے اس کی وجہ بھی ہے اور جرائم کی شرعی سزاوں کو بعض سیاسی لیڈروں کی طرف سے وحشیانہ اور ظالمانہ قرار دیے جانے کا پس منظر بھی بھی ہے۔ اب مغرب والوں کا یہ موقف تو سمجھ میں آتا ہے کہ بہت سے اسلامی احکام و قوانین آج کے میں الاقوایی معیار کے متناسق ہیں۔ اس لیے اگر مسلم ممالک کو میں الاقوایی برادری کے ساتھ رہنا ہے تو انہیں اس کے احکام و ضوابط بھی قبول کرنا ہوں گے۔ اسی طرح میں الاقوایی اوروں کی یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جن مسلم ممالک نے اقوام متحده کی رکنیت قبول کر کے اس کے چاروں پر دستخط کیے ہوئے ہیں انہیں اس میں الاقوایی محابیہ کی پابندی کرنی چاہیے۔ البتہ ان مسلم حکومتوں کا طرز عمل سمجھ سے بالاتر ہے جو میں الاقوایی معیار اور قرآن و سنت کے قوانین کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کر رہی ہیں اور اس کوشش میں شرعی احکام کا حلیہ بگاڑ دینا چاہتی ہیں۔ اس سلطے میں ہمیں ملیشیا کے وزیر اعظم ممتاز محمد کی وہ بات بہت پسند آئی تھی جو انہوں نے اقوام متحده کے چچاں سالہ تقریبات کے موقع پر مسلم حکومتوں کے سامنے رکھی تھی، ان کا کہنا تھا کہ مسلمانوں کے بارے میں اقوام متحده کے دوہرے طرز عمل پر احتجاج کے طور پر مسلم ممالک کو اقوام متحده کی چچاں سالہ تقریبات کا بایکاٹ کرنا چاہیے اور اقوام متحده کے چاروں پر نظر ہلانی کر کے اسے از سرنو مرتب کرنے کا مطلب کرنا چاہیے کیونکہ یہ چاروں چچاں سال قبل ترتیب دیا گیا تھا جب اکثر مسلم ممالک غلائی کی حالت میں تھے اور آج صور تعلیم بدل گئی ہے اس لیے عالم اسلام کے موقف اور پوزیشن کو سامنے رکھتے ہوئے اس چاروں پر نظر ہلانی کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگرچہ اس وقت ممتاز محمد کی یہ بات مسلم حکومتوں نے قبول نہیں کی تھیں لیکن یہی موقف حقیقت پسندانہ ہے اور مسلم ممالک کو بالآخر اسی موقف پر آتا ہو گا۔

یہ تو ہے صور تعلیم مسلم پر عل لاء کے حوالہ سے خود مسلم ممالک

بیتہ: محمد نبوی "کا تعلیٰ نظام"

کریں۔ ایک حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت نے ایک خاتون سے خواہش کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دیں۔ ام المؤمنین حضرت خدھر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنی ایک رشتہ دار خاتون شفاء بنت عبد اللہ سے (جو خوب پڑھی لکھی تھیں) لکھنا سیکھ لیا تاکہ حضرت عائشہؓ کو فقہ اور دیگر اسلامی علوم، نیز ادب، شاعری، اور طب میں بڑا دلخواہ ہے ملک کے ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تماں علم عائش سے حاصل کرو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس کے پاس کوئی لوغتی ہو وہ اسے اچھی طرح تعلیم دے اور اچھی طرح تربیت دے پھر اس کو آزاد کر کے پاشابط نکال کرے تو اس کو دو گناہ ثواب ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ طے شدہ پالیسی تھی کہ صرف وہی لوگ قوم کی رہنمائی کریں اور نتیجتاً "مسجدوں میں امام بنیں جو قرآن مجید اور سنت کے زیادہ سے زیادہ ماہر ہوں، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مفتوح رقبہ دس لاکھ مرد میل ہو گیا تھا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وسیع تعلیمی نظام قائم فرمایا، جو اس قدر وسیع علاقتے کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ محمد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء پر اسلامی حکومت پا ہجود اس قدر وسیع رقبے پر مشتمل ہونے کے، دینیات اور عصری تعلیمی ضرورتوں سے اچھی طرح عمدہ برآ ہونے کی تھی، کچھ ترکیز (مدینہ منورہ) سے بڑے بڑے مقلبات پر تربیت یافتہ سلطنت بیسیے جاتے تھے، اور کچھ صوبے واروں اور گورنمنٹوں کے فرائض منجمی میں یہ اور صراحت کے ساتھ شامل کر دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ماتحت علاقتے کی تعلیمی ضرورتوں کا مناسب انظام کریں۔ یعنی کے گورنر گرین، ڈرم کے ہم جو طویل تقریب نہ سے یا ہدایت نہ سے رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا تھا، اس میں گورنر کو ہدایت ہے کہ لوگوں کی قرآن، و حدیث نقد اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ اس دستاویز میں ایک دلچسپ جملہ یہ ہے کہ لوگوں کو اس بات کی نزدیک سے ترغیب دو کہ وہ دینیات کی تعلیم حاصل کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاطر خواہ دنیاوی و عصری تعلیم کا بھی انظام تھا۔ صوبے وار درگاؤں کا معیار بلند کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوبہ یمن میں ایک صدر ناظم تعلیمات مقرر کیا تھا جس کا کام یہ تھا کہ مختلف اضلاع و تعلقات میں بیش دورہ کیا کرتے رہیں، اور دہل کی تعلیم و تعلیم گاؤں کی مگرمانی کریں۔ کوئی تجب نہیں کہ دوسرے صوبہ جات میں بھی اسی طرح افسر مأمور کے گئے ہوں۔

وراثت کے باب میں مسلمانوں کا یہ حق اس وقت بھی بحال رکھا تھا کہ وہ ان محفلات میں اپنے مذہبی قوانین پر عمل کر سکتے ہیں اور "محبوبن لاء" کے ہم سے پر عمل لاء اور خاندانی قوانین میں مسلمانوں کا جداگانہ شخص تعلیم کیا گیا تھا۔ اس لیے اس دور میں جبکہ ہم برطانوی استعمار کے غلام تھے اور برطانیہ کی نوآبادی تھے مگر ہمارے اس حق سے انکار نہیں کیا گیا تو آج برطانیہ میں رہنے والے مسلمان غلام نہیں بلکہ برابر کے شری ہیں تو ان کے اس حق کو تعلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کرتا چاہوں گا کہ مسلم ممالک میں فیر مسلموں کو پر عمل لاء میں جداگانہ شخص فراہم کیا گیا ہے، خود پاکستان کے دستور میں ان کا یہ حق تعلیم کیا گیا ہے اور سب سے پہلے علماء کرام نے ۲۲ مختصر دستوری نکات میں اس اصول کو تعلیم کرنے کا اعلان کیا تھا کہ پر عمل لاء میں تمام اقلیتوں کو اپنے مذہبی احکام پر عمل کرنے کی آزادی ہوگی۔ اس لیے جب پاکستان میں عیسائی اقلیت اور دیگر اقلیتوں کو یہ حق دینے سے انکار نہیں کیا گیا تو برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک میں مسلمانوں کا یہ حق تعلیم کرنے میں بھی کوئی مجانب نہیں ہوتا چاہیے۔

ان گزارشات کے ساتھ میں مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں سے عرض کروں گا کہ وہ اپنے خاندانی نظام کے تحفظ کی طرف توجہ دیں اور پر عمل لاء میں اپنا جداگانہ شخص تعلیم کرنے کے لیے مشتمل جدوجہد کا آغاز کریں کیونکہ اس کے بغیر وہ خاندانی نظام کے حوالہ سے درپیش ان سائل اور مشکلات سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے جنہوں نے مغرب میں رہنے والے ہر حساس اور وہدار مسلمان خاندان کو پریشان کر رکھا ہے اور جدوجہد سے میرا مقصد لایا جگڑا اور بے تکا شور و غونما نہیں ہے بلکہ جدوجہد سے مراد یہ ہے کہ معموقیت اور منطق کے ساتھ اپنا موقف مختلف اواروں اور شخصیات کے ساتھ پیش کیا جائے، اس کے لیے لائبگ کی چائے، برینگ کی چائے اور رائے عاد کو موثر طریقہ سے ہموار کر کے مغرب کی حکومتوں کو اس کے لیے آمادہ کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کے ایک جائز اور مسلسل حق کو تعلیم کرتے ہوئے اپنے اپنے ملکوں میں اسے دستوری تحفظ فراہم کریں۔

از حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

غلبہ دین اور مسلمانوں کا فریضہ

پر خلفائے راشدین کے زمانہ میں واقع ہوا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تو قیصر و کسری جیسی پر طاقتیں دنیا میں موجود تھیں، اور یہ دونوں ایک طرف اباحت لور دوسرا طرف ارجاء کے عقیدے میں بجا تھیں۔ اباحت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ خود دنوش اور عورت کے معاملہ میں کسی قانون حلت و حرمت کے پابند نہیں تھے۔ کھانے پینے اور دیگر استعمال کی جگہ جمل سے اور جیسے حاصل ہوتیں، لے لیتے اور اس ضمن میں وہ کسی قانون کو نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح جس عورت سے چاہتے، تعلق پیدا کر لیتے اس لحاظ سے وہ نکاح کو بھی زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اور ارجاء کا مطلب یہ یہ تھے کہ جو چاہو، کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب کچھ معاف کر دے گا، کوئی باز پرس نہیں لے لے اس سلسلہ میں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

شہزادِ فرماتے ہیں کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو مبعوث فرمایا کہ اس تحجیک کا آغاز کرو دیا جس کے ذریعے یہ دونوں عالی طاقتیں ختم ہو گئیں اور دین حق کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔ چنانچہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں روم، روس، افریقہ، جرمنی، شام اور مصر وغیرہ قیصر روم کے ماخت تھے۔ یہ مغلوب ہوئے اور ادھر کسری کے زیر تسلط خراسان، تواران، ترکستان، زوالتان، پاختز اور جوی سب مغلوب ہو گئے۔ اس کے علاوہ تمام یہودی، مشرک، ہندو، صلی قویں بھی اسلام کے ماخت آگئیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں کسری ختم ہوا تو بحیث دم توڑ گئی اور حیثیت کا دور شروع ہو گیا۔ اور ادھر قیصر کا تسلط مصر، شام اور فلسطین سے ختم ہوا اور اسلام کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔

مسلمانوں کا زوال

مسلمانوں کا عروج پہچاس سال یعنی واقعہ سینہ تک کمل ہو چکا تھا اور اس کے بعد مسلمانوں میں اندر وطنی طور پر اختلافات پیدا ہوئے گئے۔ جس طویلیت کو مسلمانوں نے ختم کر کے اسلام کا نظام قائم کیا تھا، وہی طویلیت خود مسلمانوں میں پیدا ہو گئی۔ اکرچے دین کو جمیع طور پر کافی دیر تک غلبہ حاصل رہا مگر مسلمانوں میں چوتھی صدی تک کمزوری پڑھ گئی۔ جبکہ چھٹی صدی تک ضعف خطرناک حد تک پڑھا اور پھر سوتوں صدی میں تمازوں کے حمل سے مسلمانوں میں زوال آیا جس میں وہ آج تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ترک مسلمانوں نے یورپ کی یلغار کا پردازیر تک مقابلہ بنتے سنگا ۲۳۴

هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على
الذين كله ولوكره المشركون
”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت یعنی دین حق دے کر بھیجا
تاکہ اسے تمام دنیوں پر غالب کر دے، چاہے مشرک اس کو ہاتپنڈی
کریں“

ہدایت دین کی روح اور اصل حکمت ہوتی ہے اور دین حق، اعتقدات، عبادات، محفلات، محاشرت، سیاست اور اخلاقیات سے متعلق اصول اور قوانین ہوتے ہیں۔ اس آیت میں نہ کوہ غلبہ دین کے متعلق شہادتی اللہ فرماتے ہیں کہ عام مفسرین اس آیت کا مفہوم سمجھنے سے عاجز رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں تو دین حق کو عمومی غلبہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تک اسلام جزیرہ العرب تک پھیلا تھا اور اس کے باہر قیصر و کسری جیسی عظیم پر طاقتیں موجود تھیں جو ساری دنیا پر چھلانگی ہوئی تھیں۔ اس سلطے میں حضرت شماں فرماتے ہیں کہ اس غلبے سے مراد وہ غلبہ ہے جو حضرت میمی علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے بعد دین حق کو حاصل ہو گا۔ اس کے بخلاف مفسر قرآن حضرت حسن ابن فضلؓ کا قول ہے کہ اس غلبے سے مراد یا اسی غلبے نہیں بلکہ دلیل اور بہتان کا غلبہ ہے۔ یعنی دلائل کی رو سے دین اسلام تمام ایوان پر ہیئت غالب رہے گا۔ شہزادِ فرماتے ہیں کہ دیگر مفسرین میں سے الام شافعیؓ کی توجیہ زیادہ بہتر ہے کہ شرک الہ کتاب اور عرب کے ای لوگوں دونوں گروہوں میں پالا جاتا تھا جس کو مغلوب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ عرب کے سارے ای تو حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ہی مغلوب ہو گئے۔ سارا عرب اسلام کے زیر نگیں آیا، بعض مشرک بارے گئے اور بعض نے اسلام قبول کر لیا اور اس طرح سارا جزیرہ العرب شرک کی نجاست سے پاک ہو گیا۔ نصاری میں نجرون اور شام کے میسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاونہ کر کے جزیہ دینا قول کر لیا اور اس طرح اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے وہ اسلام کے زیر نگیں آگئے۔ یہودیوں میں سے بھی نصیر، بن قریز، بنی یتسع اور نبیر والے سب مغلوب ہو گئے۔ بعض بیان گزار بن گئے اور بعض بالکل ہی ختم ہو گئے۔ چنانچہ اس لحاظ سے دین حق کو باقی ایوان پر غلبے کا نام دیا جاسکتا ہے۔

لام شام ولی اللہؓ اس توجیہ سے تکمیل اتفاق نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کردہ میں جس غلبہ دین کی بات کی گئی ہے، وہ تکمیل طور

محمد نبوی مطہریم کا تعلیمی نظام

اسلام کے ابتدائی دور میں بیعت عتبہ ٹانیہ، جو بجزہ سے دو سال قبل ہوئی تھی، تقریباً ایک درجمن اللہ مدینہ نے اسلام قبول کیا تھا، ان کی خواہش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ کہ کمرہ سے ایک تربیت یا نہ معلم حضرت مصعب بن عمرؓ کو بھیجا تھا جو انہیں قرآن کرم کی تعلیم دے سکیں، بلاشبہ اس ابتدائی زمانے میں تعلیم سے مراد عقیدہ دین اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہی ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم حقیقت یہ ہے کہ بھرت سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابوں کو مقرر کر رکھا تھا جن کا کام یہ تھا کہ یہیں جیسے وہی نازل ہوتی جائے وہ اس کو لکھ لیں۔ چنانچہ تاریخ تھا تھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لانے لگے تو انہیں قرآن مجید کی چند سورتیں اپنی بن کے گمراہ کیمی ہوئی تھیں اور بظاہر ان کی بین بھی پڑھنا جانتی تھیں۔

صفہ، اسلام کی سب سے پہلی درسگاہ

مدینہ منورہ آنے کے بعد نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر تھی۔ مسجد ہی کے ایک حصے میں سائبین اور چوبورہ (صفہ) بنیا گیا تھا۔ یہ اولین اسلامی اقامتی صائم تھی، رات کو طلباء میں رسچت تھے وہاں ایسے اساتذہ مقرر کئے گئے جو لکھنے پڑھنے اور سماں دینیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ بن سعید بن عاصؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ وغیرہ تھے جو خوش نویں تھے، اسی درسے میں متعلم شہ باش طبلاء ستر (70) اسی (80) تک ہو جاتے تھے، اس اقامتی درسگاہ میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ جو تعلیم دی جاتی تھی وہ فقہ، دینی سماں، قرآن مجید کی سورتیں زبان یاد کرنا تھیں۔ تجوید اور دیگر اسلامی علوم تھے۔ اس طرح عبادات اور معاشرت بھی سکھائی جاتی تھی، جس کی نگرانی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم شخصی طور پر فرماتے تھے، اور وہاں رہنے والوں کی غذا وغیرہ کا بندوبست کیا کرتے تھے، یہ طلباء اپنی ضرورت کے اوقات میں طلب روزگار میں بھی مصروف ہوا کرتے تھے میم طلباء کے علاوہ مدینہ منورہ کے لوگ بھی مسجد میں شریک درس ہوتے، اس کے علاوہ دور دراز کے قبائل سے بھی شاگینین علم آتے اور نصاب کی تحریک کے بعد اپنے دھن و اپیس ہو جایا کرتے۔ یہ لوگ عموم "صفہ" میں نصر کرتے تھے اس لئے بعض اوقات طلباء کی تعداد میں کافی اضافہ ہو جاتا، بعض مولفین صفائی چار سو (400) طلباء کا ذکر کرتے ہیں۔

اسلام کی آمد سے قتل کے دور کو، دور جملات یا جالبیت سے موسم کیا جاتا ہے، نزول وحی سے قبل عرب میں گنتی کے چند افراد لکھا پڑھنا جانتے تھے، نزول قرآن کی برکت سے اس طرح علم کا دور دورہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں لاکھوں افراد زیور علم سے آرات ہو گئے اور تعلیم و نعلم کا ایسا ماحدل قائم ہوا کہ اب ڈھونڈئے سے بھی کوئی ناخواہدہ نہیں ملتا تھا، گواہ دنیا میں پہلی بار لازمی تعلیم کا انتظام دور نبوت اور خلفائے راشدین میں ہوا۔ یہ سب فیضان تھا قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی جدوجہد کا۔ آئیے مختصر طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اس تعلیمی انقلاب کا جائزہ ہے۔

اسلام کا آغاز اس وقت ہوا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس (40) سال کی عمر میں وہی نازل ہوئی، اس بات کا کوئی پہاڑیں چل کر نو عمری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے پڑھنے کے فن میں حصہ لیا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بھرا ہی رہے۔ اس کے باوجود کس قدر اڑا انگیز واقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس سے جو آپ کو سب سے پہلی وہی آئی اس میں آپ اور آپ کے متعین کو حکم تھا کہ "اقراء" یعنی پڑھ اور قلم کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی کہ جملہ انسانی علوم اس سے ہیں، پڑھ، اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے، جس نے انسان کو خون کے جسے ہوئے لوگوں سے پیدا کیا، پڑھ، یہ تیرا بزرگ رب ہی ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ چیز تھائی جو وہ نہ جانتا تھا۔ (سورہ ملن ۲-۱)

یہ امر قتل لحاظ ہے کہ قریب قریب وہ تمام آیات جن میں لکھنے پڑھنے یا علم لکھنے کا ذکر ہے وہ کمی آیات ہیں، اس کے برخلاف ملنی آیات میں کام کرنے اور حفیل کرنے پر زیادہ زور ہے حصول علم کے لئے سفر ہاگزیر ہے اس سلسلے میں قرآن کرم نے ایک کمی سورت "کف" میں حضرت موسیٰ کا قصہ بیان کیا ہے کہ کس طرح انہوں نے طلب علم کے لئے گمراہ سے نکلنے کی صورتیں پرواضت کیں، اس قصہ کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی علم ہو جائے ہر چیز نہیں جان سکتا، اور یہ کہ علم کی زیادتی کی خواہش ہو تو دور دراز کا سفر ہاگزیر ہے۔ بلاشبہ انجیا علیم السلام کی بعثت کا بہدا مقصد تعلیم ہی ہوتا تھا، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم ہا کر بھیجا گیا ہوں، حقیقت میں تعلیم و نعلم لازم و ملزم ہیں۔

اس طرح تحریری گواہی خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے اور یوقت ضرورت شہادت (گواہی) کے اغراض کے لئے زیادہ مختکم و سلیمانی ہے، اور شبہت پیدا ہونے کی صورت میں رفع شک کا بہترین ذریعہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ملک میں خواندگی کی وسعت کے بغیر ایسا حکم نہیں دیا جاسکتا تھا، نیز اس زمانے میں پیشہ ور کاتبوں، مشی اور دیکل کا بھی پتہ چلا ہے۔ تاریخ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اڑھائی تین سو خطوط محفوظ رکھے ہیں، صحیح مقدار اس کی نسبت زیادہ ہوئی چاہیے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دس لاکھ مردان میں کے علاقے پر پھیلی ہوئی تھی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم و تلقاف احکامات صدور فرماتے تھے تقریباً دس سو لکھ آپ نے حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔

عبد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فتنی ذوق یا تخصیص بھی ترقی کر سیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس کو قرآن سیکھنا ہو، وہ فلاں محابی کے پاس جائے، اور جس کو تجوید یا تعلیم ترکہ کا حساب یا نقہ سیکھنا ہو وہ فلاں محابی کے پاس جائے، اسی طرح ساری دنیا کی اقوام کو خدا کا پیغام پہنچانے اور ایک مملکت کے حاکم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے آپ کو مترجمن کی بھی ضرورت ہوا کرتی تھی جو غیر زبانیں جانتے ہوں۔ حضرت زید بن ثابت جو دربار نبوت کے میر مشی (سیکنڈری) کے جاگتے ہیں وہ فارسی، عربی، روی، یونانی جانتے تھے۔ اس زمانے کی یہی تین علمی اور عالی زبانیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ عربی خط لکھنا پڑھنا سیکھیں اور چند ہفتوں میں وہ اس میں طلاق ہو گئے تھے اسی طرح حضرت عبد اللہ بن زید کے بارے میں بھی مشورہ ہے کہ وہ کسی زبانیں جانتے تھے۔

نظام تعلیم کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرنا دشوار ہے جمارے پاس جو محدود و مختصر مولود ہے اس سے پتہ چلا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی نسلاب جاری نہ تھا (یعنی ہر علاقے کی ضروریات و نیتیات کا بھی لحاظ رکھا گیا تھا) میںکہ اس کے بعد دوسرا مدرس کے پاس لوگ جلایا کرتے تھے اور جو علوم وہ پڑھا سکتا تھا، پڑھتے تھے۔ علم کے زیادہ شااقین لوگ اس کے بعد دوسرا مدرس کے پاس پہنچتے۔ مدرس کے پاس جاتے، بہر حال اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے بعد کیرنسیاب کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نشانہ بازی، تحریری، تقسیم ترک، ریاضی، طب، علم وہیت، علم نسلاب اور علم تجوید و قرات کی تعلیم دی جائے۔

عورتیں بھی اس تعلیمی انقلاب کا اہم حصہ تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مقرر فرمایا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے مخصوص مجھ میں تعریف لے جاتے اور ان کو تعلیم دیتے، اور ان کے سوالات کے جوابات دیتے، قرآن کریم نے بھی رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یوں یوں پر ایک فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ دوسروں کو تعلیم دا

رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مخفی طور پر تعلیم دیا کرتے تھے۔ جس میں جیل القدر محلہ شریک ہوتے تھے۔ نیز آپ مسجد نبوی کے حلقہ میں درس کا اکثر معاونت بھی فرمایا کرتے تھے۔ تندی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے قضا و قدر (تفہیر) کے مسئلے میں بحث و مباحثہ ہوتے دیکھا تو آپ نے اس موضوع پر بحث و مباحثہ سے من فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بہت سی گزشتہ اسیں اس مسئلے میں الجھ کر گمراہ ہوئی ہیں، غرض پسلے معلم اور ناظم تعلیمات (انسکپٹر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی۔

محمد نبی میں مدنیہ کی دیگر دوں گاہیں

مدنہ منورہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واحد درس گاہ نہیں تھی بلکہ یہاں کم از کم نو مسجدیں خود محمد نبی میں بن چکی تھیں اور ہر مسجد اپنے محلے اور آس پاس والے لوگوں کے لئے درس گاہ بھی تھی، خاص کر پنج بھی وہاں پڑھنے آیا کرتے تھے، بعض احادیث میں رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عام احکامات ان لوگوں کے بارے میں محفوظ ہیں جو اپنے محلے کی مسجدوں میں تعلیم پاتے تھے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حرم بھی صادر فرمایا تھا کہ لوگ اپنے پڑوسیوں سے بھی تعلیم حاصل کریں۔ سن 2 بھری میں ایک اور اقامتی درسگاہ دار القراء کا بھی پتہ چلا ہے جو مخدوم بن نوفل کے مکان میں قائم تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی توسعہ و اشاعت کے لئے ہر ممکن ذرائع استعمال فرمائے، چنانچہ بدر میں ستر کے قریب اہل کہ گرفتار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی رہائی کے لئے جو مل دارند تھے یہ فدیہ مقرر فرمایا کہ مدینے کے دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، اس کے علاوہ جب قبائل کے وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی تربیت یا اندھہ معلم کو ان کے ساتھ کر دیتے تھے کہ وہ اس علاقے میں جا کر زیارات کی تعلیم کا بندوست کریں۔ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد وہ مسلم مدنہ منورہ واپس آجائے تھے۔ پیر معونہ کے مشورہ واقعہ میں ستر قراء (معلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ کر دیتے تھے جنہیں نجد کے علاقے اور دیگر قبائل میں کام کرنا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی کوششوں کے نتائج

یہ کوششوں بے کار نہ ہیں تعلیم و تعلم میں اس تجزی سے ترقی ہوئی کہ بھرت کو چند ہی سال گزرے تھے کہ قرآن مجید میں لین دین اور تجارت معاملے میں جس میں رقم ادا ہو، تحریری طور پر انجام دیتے کے متعلق ایک طویل اور منفصل ہدایت دالی آیت اتری (ابقرہ) جو قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت ہے اور اس میں حکم ہے کہ تجارتی دستاویز پر کم از کم دو اشخاص کی گواہی لی جائے۔ اس کا نشاء قرآن کے الفاظ میں یہ تھا کہ

خلیج عرب، یہود و نصاریٰ اور شیخ اللہ

تک کسی اسلامی ملک کی حکومت جملو کا اعلان نہ کرے جلو فرض نہیں۔ مسلمانوں سے کما گیا کہ وہ امیر کامل حبیب اللہ خان کے ہاتھ پر بیعت کریں اور جب امیر اعلان کرے تو جلو فرض ہو جائے گا۔ سرکاری علماء کے فتوؤں کی خوب تشریف کی گئی اور مజہدین انتشار کا شکار ہو گئے۔ ان حالات میں شیخ اللہ نے مولانا عبد اللہ سندھی کو افغانستان کوچ کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ مజہدین کو منظم کر سکیں اور خود حجاز روانہ ہو گئے تا کہ وہاں کے گورنر زی و سلطنت سے ترکی جائیں اور سلطنت عثمانی سے انگریزوں کے خلاف مدد مانگیں۔ کہ مظہر میں ان کی ملاقات گورنر غائب پاشا سے ہوئی۔ گورنر غائب پاشا نے اپنی حکومت ترکی کی طرف سے بھرپور حمایت کا لیا اور ہندوستان کے مسلمانوں کے ہم ایک پیغام دیا جس میں شیخ اللہ پر عمل اعتماد کیا گیا تھا۔ یہ پیغام "غائب نامہ" کے ہم سے مشور ہوا۔ حکومت ترکی نے شیخ اللہ کو ہدایت کی کہ وہ انگریزوں کے خلاف مراحت کے لیے حجاز کو مرکز بنائیں۔ اس دوران کرت لارنس کی سازش سے برطانوی فوج نے شریف حسین (جو شریف کہ کے ہم سے مشور ہوا) کی مدد سے حجاز اور طائف پر حملہ کر دیا۔ شریف حسین کو بعض بد و قائل کی لمبا حاصل تھی جنہیں انگریزی فوج خلاف عثمانی کے خلاف استعمال کر رہی تھی۔ شریف حسین نے انگریزی فوج کی مدد سے ترکوں کے خلاف جدید اسلحہ اور توپیں استعمال کیں اور اپنی تھلت دے دی۔ شیخ اللہ بھی طائف میں محصور تھے۔ شریف حسین نے انگریزوں کی مدد سے حکومت پر قبضہ کرتے ہی پچھے علماء کے ذریعہ خلاف عثمانی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور ترکوں پر کفر کا فتویٰ لکوا دیا۔ یہ فتویٰ شیخ اللہ کے سامنے دھنڈ کے لیے پیش کیا گیا۔ وہ اس فتوے پر دھنخط کر کے شریف حسین کی خوشنودی اور انگریزوں سے معافی بھی حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ مولانا حسین احمد ملی، مولانا عزیز گل اور حکیم نصرت حسین نے شیخ اللہ کو چھپا دیا اور خود گرفتار ہو گئے لیکن شریف حسین نے اعلان کیا کہ اگر محمود حسن حاضر نہ ہوا تو اس کے ساتھیوں کو گلیوں سے اڑا دیا جائے گا لہذا حضرت شیخ پیش ہو گئے۔ شیخ اللہ کو ساتھیوں سیست قاہرو پہنچا دیا گیا اور مولوی عبد الحق حلیل کی طرف سے شریف حسین کے حق میں دیے گئے فتوے کی تائید کے لیے کما گیا۔ شیخ اللہ نے کما کہ میں "شریق علماء" کے فتوؤں پر لعنت بھیجا ہوں اور کسی صورت میں یہود و نصاریٰ کا ساتھی نہ بنوں گا۔ ان پر الزام لگا کہ آپ ترکی، ایران اور افغانستان کی مدد سے ہندوستان میں انگریزی

قوموں کے عروج و نزال کی داستانیں رقم کرنے والا عظیم تاریخ دان ٹائیں ہی بہت سال پلے ملکان آیا تو اس کی ملاقات شر کے نوجوان ڈپنی کشز عمار مسعود سے ہوئی۔ عمار مسعود نے ٹائیں ہی کے ساتھ اسلام کے مستقبل پر کافی دری چالوں خیال کیا اور پھر جیب سے آنور گراف بک نکل کر عظیم تاریخ دان کے سامنے رکھ دی۔ ٹائیں ہی نے دھنخط کیے، عیسوی تاریخ لکھی، سر احیلنا اور کما کہ میں بھری تاریخ بھی لکھتا چاہتا ہوں۔ آپ بتائیے کہ آج بھری تاریخ کیا ہے؟ ٹائیں ہی کا سوال سن کر عمار مسعود خاموش ہو گئے۔ چند لمحوں بعد ٹائیں ہی نے ۲۹ فروری ۱۹۶۰ء کے یونی ۷۸ رمضان ۱۴۳۷ھ لکھا اور موضوع بدل دیا لیکن یہ واقعہ عمار مسعود کے ذہن سے تجوہ ہوا۔ کئی سال بعد انہوں نے "آواز دوست" کے ہم سے اپنی خوبصورت کتاب میں یہ واقعہ دہلیا اور لکھا کہ وہ لوگ اسلام کی تاریخ کیسے ہاتھ کتے ہیں جنہیں اپنی تاریخ تک یاد نہ ہو؟

ہم سب خود کو عمار مسعود کی طرح بداعالم فاضل اور دانشور سمجھتے ہیں۔ ہمارے کئی علماء اسلام کے شرے مستقبل کی توید نہاتے نہیں حکھتے لیکن افسوس کہ وطن عزیز کے بہت سے علماء اسلام کی تاریخ سے بالکل بتوافق نظر آتے ہیں۔

آج کچھ علماء اسلام بن لادن کو دہشت گرد کہہ رہے ہیں اور افغانستان پر حملے کی صورت میں امریکہ کے خلاف اعلان جگ کرنے والے مولانا فضل الرحمن اور مفتی نظام الدین شامزلی کو اسلامی شریعت سے مبلد قرار دے رہے ہیں۔ اسلام بن لادن، مولانا فضل الرحمن اور مفتی نظام الدین شامزلی کے خلاف فتوے دینے والے علماء نے سعودی عرب میں امریکی افواج کی موجودگی پر کوئی انکار خیال نہیں کیا حالانکہ یہ موجودگی ہی فلکی اصل جڑ ہے۔ علماء کی طرف سے یہود و نصاریٰ کی حمایت میں فتوے کوئی نئی بات نہیں۔ "علماء سو" کی طرف سے "علماء حق" کے خلاف فتوؤں کی تاریخ بہت پرانی ہے۔

یہ ۱۹۶۵ء کے آس پاس کی بات ہے جب شیخ اللہ مولانا محمود الحسن نے ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کے لیے سلح جدوجہد کا منصوبہ بنایا اور اپنے ساتھیوں کو یافت سن (قبائلی علاقہ) میں جمع کرنا شروع کیا۔ انگریزی فوج ان مஜہدین کی سرکولی کے لیے یافت سن میں داخل ہوئی تو اسے جنت ناکاں کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریزوں نے روپے پیسے کے ذریعے قبائلی سرداروں کو خریدنا شروع کیا اور بعض علماء سے یہ فتویٰ حاصل کیا کہ جب

انتاپندوں کی حکومت قائم ہونے کا خطرہ

قوی اسلامی میں حزب اختلاف کی قائد محترم بے نظر بھنو نے اس مضمون میں جن خیالات کا انعام کیا ہے ان سے اس خط میں ابھرنے والے اسلامی جدیدات کے بارے میں بیل سیاستدانوں کی سوچ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ روزنامہ اوصاف اسلام آباد کے شکریہ کے ساتھ یہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے اور دینی جماعتوں کے قائدین اور کارکنوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اس کا پوری توجہ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں۔ (ادارہ)

پیش آیا۔ اس بات کا امکان زیادہ ہے کہ پاکستانی طیارے کو گرائے جانے کا فیصلہ واضح طور پر اعلیٰ سطح پر کیا گیا۔ یہ مقامی سطح پر کسی پائلٹ یا میں کمانڈر کا فیصلہ نہیں تھا۔ کیا یہ کارگل کے محاذ پر بھارتی جہاز کے ضائع ہو جانے کا بدلتھا؟ اُر ایسا ہے تو بھارت کے خبط اور بلوغت کے دعوؤں کے برخلاف یہ انتہائی نمائیت اندھی کا ثبوت میا کرتا ہے۔

کیا ایسا تھا کہ کارگل کے محاذ پر بھارت اپنی فتح ثابت کرنا چاہتا تھا؟ اور یہ بھی کہ پاکستان ان کمزور ہو گیا ہے کہ کسی جارحیت کا جواب دینے کے قابل نہیں رہا۔ میں الاقوامی برادری کو امید تھی کہ بھارت پاکستان کے ساتھ اپنے تعاہدات کے حل کے لئے بات چیت کرے گا لیکن ایسا لگتا ہے کہ بھارت ایکشن کی گھما گھمی میں اس بات چیت کو ننانا چاہتا تھا یا شاید بیجے پانے بھارت میں ووٹ حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا۔
نواز حکومت کی سیاسی حیات سے محروم کارگل کی غلطی اصل میں بھارت کے جگجو عناصر کے ہاتھوں میں کھیلنا تھی۔

بس ڈپلومی کے متعلق جو شکوہ و شہمات تھے وہ اس کارگل کی غلطی کی وجہ سے پاکستان کی روغنی پالیسی کے خدشات کو مزید تقویت پہنچانے کا سبب بنے۔ بھارت میں برف پوش پہاڑوں سے جب فوجوں کی لائیں ان کے گھروں میں آئیں تو پاکستان کو سین سکھانے کا جذبہ شدید ہو گیا۔ اور جو لوگ پاکستان کے شکیر کے بارے میں خدشات کو اہمیت دیتے تھے انہیں خاموش کر دیا گیا۔ بھارت میں جگجو عناصر پاکستان کو نچا دکھانا چاہتے تھے اور انہوں نے پاکستان بھر کے جہاز مار گرایا اور سولہ افراد موت کے منہ میں ٹلے گئے۔

اگر حالات درسرے ہوتے تو پاکستانی افواج حکومت سے بھارت کو اس جارحیت کا جواب دینے کی اجازت مانگتیں اور شاید یہ اجازت انہیں مل بھی جاتی اور انہی بھی حکومتی پارٹی اور افواج پاکستان میں انکی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ بھارت کو جواب دینے کے لئے سمجھ وقت اور جگہ کا انتخاب کرنے کا چلان موجود ہو۔ ہندوستان کے لیے یہ بہت موافق ہو گا کیونکہ لبی جے پی کے لیے انتخابات میں مددگار ثابت ہو گی جبکہ میں

پاکستانی عوام ششدہ رہیں کہ بھارت نے کیا سوچ کر پاکستان نبھی کے طیارے الملاٹک کو سرکریک کے علاقے میں مار گرایا۔ تالیا ایئریں کے بھارتی پائلٹوں کو الملاٹک کی پرواز کے متعلق اچھی طرح آگاہی تھی کیونکہ یہ جہاز کسی سالوں سے اس علاقے پر پرواز کرتا رہا تھا۔ الملاٹک بھی اسی رٹچ مک پرواز کرتا تھا جہاں تک تالیا ایئریں کے گک قاتر جہاز پرواز کرتے رہتے ہیں۔ الملاٹک پر کوئی جگل اسلحہ نہیں تھا اور یہ صرف سمندری علاقوں کی مگرالی کرنے والے آلات سے لیس تھا۔

ایسا نہیں ہے کہ الملاٹک کو جوش میں اُکر نشانہ بنایا گیا۔ اسی میں سے اخبارہ میں پہلے ایک کمانڈر کو اس وجہ سے ذمہ دوست کیا گیا تھا کہ یہ بیل سے جرمی کے سویں جہاز پر فائز کیا گیا تھا اور اس وقوع کے بعد کسی حم کی محلہ آرائی کے بارے میں بہت سخت اصول وضع کیے گئے تھے۔ اس لیے یہ بات قرین قیاس نہیں کہ کسی کمانڈر یا پائلٹ نے بغیر پہنچی ہدایات کے میزاں داغنسے کا حکم دیا ہو۔

۱۹۹۹ء کے پاک بھارت محدثے کے تحت نئے جہاز کو سرحد سے ایک کلو میٹر کے فاصلے اور لاٹا کا جہاز کو دس کلو میٹر کے فاصلے پر پرواز کرنے کی اجازت ہے۔ بھارت کی تشریع کے مطابق مگرالی کرنے والے جہاز لاٹا جہازوں کی کینیتگری میں آتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک نئے جہاز کو گراہا کسی طور پر بجا ہلابت نہیں ہو سکتا۔ کچھ روپرونوں میں یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ الملاٹک کے پائلٹ نے اپنا جہاز ہندوستانی ایئرپورٹ پر اندرنے کی کوشش کی لیکن کسی حم کی ایسی گفتگو کی شہپ نہیں مل سکی۔
بھارتی ترجیل نے الملاٹک پر جامسوی کرنے کا الزام عائد کیا لیکن سرحد کے ۱۰ سے ۱۵ کلو میٹر اندر تک کسی حم کی فوجی تنصیبات نہیں ہیں۔

یہ کہنا بھی بعد از قیاس ہے کہ الملاٹک اسلحہ بھارت سکل کرنے کے راستے ذمہ دوڑ رہا تھا کیونکہ سکنک کے راستے دہل سے زیادہ آسان ہیں جمل آپدی زیادہ ہے۔

یہ حلیم کرنا بھی مشکل ہے کہ الملاٹک کو گرائے جانے کا فیصلہ مل دھائی تھا جو کارگل کی محلہ آرائی سے پیدا ہونے والی کشیدہ سور تھل میں

انتاپندی اور ڈائیٹری شپ کی راہ اختیار کر سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اسی تھیسا کی پچان ہے یا پاکستان روشن خیال اور جموروی لیڈر شپ کی راہ اختیار کرتا ہے جو سرد جنگ کے بعد علاقائی مارکیٹ کو خوشحال پاکستان کی صاف سمجھتی ہے۔

نواز شریف کامیابی انتاپندوں کے خلاف زیلی احتجاج قاتل اعتبار نہیں۔ پچھلے ہفتہ اسلام آباد میں جماعت اسلامی کی ریلی اس بات کا ثبوت ہے کہ انتاپند نواز حکومت کے دور میں کتنا پھل پھول رہے ہیں۔ انتاپندوں کو گلنے اور روشن خیالوں کے خلاف کارروائیوں سے انتاپندوں کو تقویت مل رہی ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ واشنگٹن سے واپس آئنے کے بعد نواز شریف نے سپاہ محلہ کے ایک لیڈر کو جیل سے رہا کرنے کا حکم صادر کیا۔ روزانہ خبریں آرہی ہیں کہ نہیں مدرسون سے سیکھوں طلب طالبان اسلام بن لادن کی مدد کے لیے افغانستان جا رہے ہیں۔ نواز حکومت نے افغانستان میں اس مداخلت پر اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ پاکستان دنیا بھر سے لڑ رہا ہے۔ ایران اور وسطی ایشیا کے ممالک افغانستان کی صورتحال پر متکر ہیں۔ کارگل کے مسئلے پر چین بھی پاکستان کی مدد کر دیں گے۔ کارگل کے فوجی افغانستان داخل ہو رہے ہیں۔ بھارت کے ساتھ بات چیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایک نہیں یہ لیڈر نے پاکستان میں سارے امریکیوں کے قتل کا فتنی جاری کیا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ افغانستان پر حملہ کا ارادہ رکھتا ہے یا اسماں بن لادن کو انگوکھا چاہتا ہے اور امریکی شیٹ ڈیپارٹمنٹ نے امریکیوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ پاکستان کا سفرہ کریں۔

ان سارے حالات کی ذمہ داری نواز شریف پر عائد ہوتی ہے۔ نواز حکومت نے ملک کے لیے اچھے مستقبل کی راہ اپنائے کام موقع ضائع کر دیا ہے۔ نواز شریف کا اقتدار بد انتظا اور معافی افرانقی کے پوجھ تسلیم دوپ رہا ہے اور انہوں نے ہندوستان کی جانب سے ایسی دھماکے کے بعد ملک کی بہتری کا اچھا موقع کھو دیا۔ اب جبکہ نواز شریف کی مطلق العنان حکومت کے خلاف عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ روشن خیال اور انتاپندی میں سے کوئی ایک راہ اپنائے کا وقت آگیا ہے۔

ایک راہ آزلوانہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعہ جمیعت قائم کرنا ہے اور دوسری راہ فوج کی پشت پناہی سے انتاپندوں کی حکومت کا قیام ہے۔

الاقوامی طور پر اسے بہت کم نقصان ہوگا۔ کارگل کے بعد کشمیریوں کے لئے بین الاقوامی رائے پاکستان کے خلاف ہو پہنچی ہے۔

پاکستان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ کارگل کی غلطی سے ہونے والے نقصان کا اور اک کرے۔ یہ نقصان سے طرف ہے۔ پسلا نقصان تو پاکستانی قوم کی ندامت ہے۔ دوسرا بھارت سے بات چیت میں پاکستان کی پوزیشن کمزور ہوتا ہے لور تیسرا نقصان یہ ہوا ہے کہ کشمیر میں آزادی کی جدوجہد میں انتاپندوں کے کروار کے بارے میں بین الاقوامی برادری گلرمند ہو گئی ہے۔

مغرب اور چین پاکستان میں پورش پانے والے انتاپندوں کو پہنچیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ پاکستان کے مقامی انتاپند جنہیں غیر ملکی کربلے سے نہیں مدرسون میں تربیت دی جاتی ہے نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ پوری دنیا کے لئے خطرہ تصور کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق گلف ممالک اور مصر میں بھی بھی خدشات پائے جاتے ہیں۔

کارگل کی غلطی کی وجہ سے پوری دنیا جو کشمیریوں کی جدوجہد سے ہمدردی رکھتی تھی وہ اب یہ سمجھ رہی ہے کہ اس کے پیچے کچھ اور کارفراہ ہے۔ آزادی کی تحریک پہنچیدگی ہے لیکن انتاپندی نہیں۔ پاکستان کے لئے اب مشکل صورتحال سامنے ہے۔ پاکستان کو اب کیونزم کے مقابلے میں ہر اول دست کی بجائے الگ شناخت بھلی پڑے گی کیونکہ سویت یونین کے ختم ہونے کے بعد حالات اب مختلف ہیں۔

اب پاکستانی عوام کو انتاپندی اور لیبل قدریوں میں سے ایک کا چھاؤ کرنا پڑے گا۔ کوئی درمیانی راہ کر اپنے گھر میں انتاپندوں کو فروغ دوا جائے اور ہمروں ممالک میں ملکوں پاکستان کی تصویر پیش کی جائے، نہیں اختیار کی جاسکتی۔ اب اس نے ورلڈ آرڈر میں پاکستان کو اپنی حیثیت خود بھلی پڑے گی اور بین الاقوامی برادری کو اپنے اختکام اور غور پذیر ہونے کا ثبوت دھنپڑے گا۔ کیونکہ اس کے بغیر معافی اپنی پاکستان کی سالیت کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتی ہے۔

اتصالیات کی وجہ سے یورپ اور ایشیا میں نئی سرحدیں وجود میں آجیکی ہیں۔ سویت یونین کا بھرنا اور یوگوسلاویہ اور چیکوسلوواکیہ کی مٹالیں اس ملک کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں جو عالمی ملیاٹی اداووں کی طرف سے قرضوں کی سہ ماہی قطلوں پر زندہ ہے۔

کچھ لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ پاکستان کے ایسی پروگرام کی وجہ سے بین الاقوامی دلچسپی ملک کے لئے برقرار رہے گی۔ یہ ایسی بیک میں عکس نظری پر بنی ہے اور پاکستان، جنوبی ایشیا اور دنیا بھر کے لئے خطرناک ہے، ایسی قوت ہونے کے باوجود سویت یونین نوٹ گیا اور اسی ایسی ملاحیت پاکستان کو کارگل کے حلاز پر پسالی اور یکطرفہ اخلاقاء سے نہ پچاہکی۔

اب نئی صدی میں قدم رکھتے ہوئے پاکستان کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ پہنچانہ باضی سے خوشحال مستقبل کا راست اختیار کرے گا یا نہیں؟ پاکستان

رہے جس کی میں نے پولیس کو روپورٹ درج کروادی ہے اور وہ تفتیش کر رہے ہیں۔ ایک شخص نے میرے گھر کو توڑنے کی کوشش کی۔ پچھے اس قدر خوفزدہ ہیں کہ کئی ملے سے گھر میں قیدی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ باہر لوگ ان کو "حرابی" کہ کر پاپارتے ہیں کوئکہ شادی کی منسوخی کے بعد ان کی ولادت ختم ہو گئی ہے۔ کئی دکاندار میرے پنجے کو سودا نہیں دیتے اور شدید نفرت کرتے ہیں۔ میں مسلسل خوف دہراں کی زندگی بسر کر رہی ہوں اور میرے پچھوں کی زندگیاں جاہ ہو رہی ہیں۔ اب میں اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور ہو رہی ہوں اور ایسی جگہ جاتا چاہتی ہوں جمل مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہو۔ کیروں فائف جنہوں نے نمرن اکمل کا مقدمہ لڑا چکا، کما کہ وہ ایک مضبوط اعصاب والی عورت ہے لیکن کوئی بھی فرد اتنے سلسلے کے مسلسل مصیبتوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ نہایت زیادتی ہو رہی ہے۔ محمد سور ایم پی نے کما کہ اگر اس خاتون کو گزشت کئی سالوں سے کوئی تحف کر رہا ہے تو پولیس کو فوراً "ایکشن لینا" چاہیے تھا۔ یہ پولیس کی صریحہ "کوتاہی" ہے۔ بصورت دیگر بات کو بڑھا چکا کر بیان کیا جا رہا ہے۔ ایشیائی لڑکوں کی شادی کے متعلق اخبار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کما کہ والدین کو پچھوں کی خواہشات کا احراام کرنا چاہیے اور میرے خیال میں مسلم والدین کی آکثریت پچھوں کی رضامندی سے ہی کام کرتی ہے۔ پاکستان فورم سکات لینڈ کے صدر محمد حفیظ راجہ اور سیکریٹری ملک غلام ربانی نے کما کہ اسلام زبردست کی شادیوں کے خلاف ہے لیکن ٹی شدہ شادی کو زبردست کی شادی قرار دنا بالکل غلط بات ہے۔ ٹی شدہ شادی ہمارے کلچر کا حصہ ہے۔ نمرن اکمل کے بلا ثبوت بیانات سے ایسے عالمگیری حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو مسلمانوں کو بدNam کرنے کے خواہشند ہیں۔ جیعت اتحاد المسلمين کے سیکریٹری ڈاکٹر محمد شفیع کوثر نے کما کر مجھے اس کملانی میں بہت کم حقیقت نظر آتی ہے۔ میرے علم میں کوئی لیے افراد نہیں جو لڑکی کے درپے ہوں۔ اب یہ قصہ پرانا ہو چکا ہے۔ انہوں نے کما کہ ممکن ہے کہ لڑکی اپنے چند مخصوص مقادرات شناختی مکان تبدیل کرنے کے لیے یہ کملانی بنا رہی ہے۔

(جنگ لندن - ۲۳ جون ۱۹۹۹ء)

برطانیہ میں جبri شادی کے حوالہ سے ایک روپورٹ گلاسکو (روپورٹ طاہر انعام شیخ ناسکندہ جنگ) سکات لینڈ کی ۳۰ سالہ پاکستانی زادو خاتون نمرن اکمل جس نے برطانوی تاریخ میں پہلی بار اپنی طے شدہ شادی کو زبردست کی شادی قرار دیتے ہوئے اس کی تفہیخ کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کیا تھا الزام لگایا ہے کہ اسے مسلم کیونٹی کی طرف سے مسلسل خوف دہراں میں جلا رکھا جا رہا ہے۔ ہمعلوم افراد کی طرف سے موت کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ راہ چلتے گالیاں دی جاتی ہیں۔ لیز بکس کے ذریعے کتوں کی غلطیت اندر پھینک دی جاتی ہے اور کار کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ مز نمرن اکمل آج کل گلاسکو میں اپنے تین پچھوں کے ساتھ مقیم ہیں۔ ان کی قیلی ۱۹۶۰ء میں سکات لینڈ آکر آباد ہو گئی تھی۔ ۱۹۶۸ء میں جب ان کی والدہ اپنے عزیزوں سے ملاقات کے لیے پاکستان گئی ہوئی تھیں، وہاں نمرن کی پیدائش ہوئی لیکن بعد ازاں اس کی پرورش اور تعلیم سکات لینڈ میں ہوئی۔ ۱۳ سال کی عمر میں اسے دوبارہ پاکستان لے جایا گیا جہاں نمرن کے دعوے کے مطابق والدین نے اس کی مرضی کے خلاف ایک ایسے شخص سے شادی کر دی جسے اس نے زندگی بھرتے دیکھا تھا۔ بعد ازاں نمرن کا خلوند اکمل بھیت مختصر برطانیہ چلا آیا اور ان کے ہاں تین پچھے پیدا ہوئے۔ نمرن نے اپنی شادی کو زبردست کی شادی قرار دیتے ہوئے اس کی منسوخی کے لیے عدالت میں درخواست دے دی۔ مشور وکیل کیروں فائف نے مقدمہ لڑا اور عدالت نے شادی کو جبri قرار دیتے ہوئے اسے سرے سے ہی منسوخ قرار دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ شادی سرے سے قرار دی نہیں پائی اور اس کی کسی طرح سے بھی کوئی حیثیت نہیں۔ شادی کی منسوخی کے مقدمے کو زبردست شرت ملی۔ نمرن نے جایا کہ اس تاریخی فیصلے کے بعد تقریباً سو سے زیادہ مردوں اور عورتوں نے اپنی زبردست کی شادیوں کو عدالت کے ذریعے منسوخ قرار دلوایا یعنی ایسے والدین جو اپنے پچھوں کو اخواکر کے یا بہانے سے پاکستان لے جا کر ان کی جبri شادیاں کر دیتے تھے ان کی حوصلہ ٹھکنی ہوئی۔ نمرن کا کہنا ہے کہ اس بات کا کریڈٹ اس کو جاتا ہے۔ نمرن نے اپنی پہلی شادی کی منسوخی کے بعد دوبارہ شادی نہیں کی۔ اس نے جایا کہ جب میں نے اپنی شادی کو ختم کرنے کے تاریخی فیصلے کے لیے عدالت سے رجوع کیا تو مجھے علم تھا کہ مسلم کیونٹی میں اس بات کا شدید رد عمل ہو گا۔ مجھے کیونٹی سے خارج کر رہا جائے گا لیکن میرا خیال تھا کہ یہ صورت حال صرف دو چار سال تک رہے گی اس کے بعد حالات معمول پر آجائیں گے۔ اب تقریباً سات سال ہونے کو ہیں لیکن لوگوں کی نفرت کم ہونے کی بجائے دن بدن شدید ہوتی جا رہی ہے۔ مسلم کیونٹی کا خیال ہے کہ میری وجہ سے اسلام کی پڑھاتی ہوئی ہے۔ میں اس قاتل ہوں کہ مجھے جنم کی آگ میں جانا چاہیے۔ میرے گھر کو بم سے اڑائے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ حال ہی میں میں دو ایشیائی لڑکے میرے گھر کے باہر بیٹھے میری نقل و حرکت کا جائزہ لیتے

کیا مگر وہ بھی کمزوری کی حالت میں ہی رہے۔ آج مسلمان دنیا کی انتہائی پس ماندہ قوم سمجھی جاتی ہے جن کا نہ کوئی اپنا چلپڑ ہے، نہ تنہیب اور نہ اخلاق۔ وہ اپنا دلاغ اور اپنی سوچ تک گواہیتھے ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کا دین اسلام بالکل چھا ہے اور وہ قیامت تک قائم رہے گا مگر اس کے پیروکار ہی اس کے اصولوں کو ترک کر کے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ شاہ صاحب ”فرماتے ہیں کہ دلیل اور بربان کے لحاظ سے تو دین اسلام یہیش غالب رہا ہے مگر خدا تعالیٰ کی نشاۃ یہ ہے کہ اسے سیاسی طور پر بھی تمام ایوان پر غالب کر دوا جائے۔ اس دین کے اصول بلاشبہ ناقابلٰ تفہیج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تمام اقوام عالم کو چھیج ہے فانووا بسورة من مثله (البقرہ - ۲۳) اگر تم پچ ہو تو قرآن پاک جیسی ایک سورہ ہی بنا لاؤ، مگر یہ چھیج آج تک کسی نے قبول نہیں کیا جو کہ اللہ کی کتاب اور اس کے دین کی صداقت کی دلیل ہے۔

مسلمانوں کا بھیت جماعت فرض تھا کہ دین کے اس سیاسی غلبے کو قائم رکھتے جو خلقائے راشدین ”کے زمانے میں حاصل ہو گیا تھا“ مگر ان کی تلاوتی کی وجہ سے کامیابی بھی تاکہی میں تبدیل ہو گئی۔ اس سورہ سے یہی سمجھنا مقصود ہے کہ لوگو! واقہ عربیہ، فتح تیرہ اور پھر فتح کے کوچیں نظر رکھو۔ آج بھی تم میں وہی جذبہ اطاعت و جہاد قائم رہتا چاہیے جو نہ کوہہ موقع پر مسلمانوں میں موجود تھا۔ جب تک یہ جذبہ موجود تھا، دنیا پر مسلمانوں کی دھاکہ نیٹھی ہوئی تھی اور جب یہ جذبہ نرم پڑ گیا تو پھر مسلمانوں میں نہ سیاسی غلبہ رہا، نہ اخلاقی، نہ معاشری۔ یہ خود دوسروں کے دست گر بن گئے اور قدرتیں میں جاگرے۔

باقیہ: اسلام کے خلاف پر اپنائندہ

ست ہی باتیں ایسی ہیں جن پر اعتراضات کی گنجائش ہے مگر جگہ کی کی کے باعث ممکن نہیں۔ شاید آئندہ تحریر میں ان کو شامل کر سکوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ باتیں ہمارے لیے تکلیف ہے ہیں مگر اس قسم کی جو کتابیں چھپ رہی ہیں ان کا توثیق یہ نہیں ہے کہ ایک جلس جلوس نکال کر یا ان کے خلاف جملی کثی تغییر لکھ کر چھپ دی جائے یا ناشر اور مصنف کے ہم اجتماعی خلوط روائے کر دیے جائیں۔ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ان کتابوں کا علی بدل فراہم کیا جائے۔ ہمارے درمیان اعلیٰ سطح پر ایسے اوارے قائم ہوں جو خود علوم کوئے ڈھنگ پر مرتب کر ڈالیں۔ وہ انسانی ذہن کو تحقیق و تصنیف کے اس مقام پر پہنچ کر خطاب کریں جس سے دوسرے لوگ اس کو خطاب کر رہے ہیں۔ دوسری کوئی بھی صورت اس فتنہ کے مقابلہ کی نہیں۔

اہم بزرگوں اور احباب کی جدائی

گزشتہ دنوں مندرجہ ذیل حضرات اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ انا اللہ وَا ایہ راجعون

- حضرت مولانا عبد الرشید نہمانی، کراچی
- حضرت مولانا سراج الدین، ذیرہ اسماعیل خان
- حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش، کراچی
- حضرت مولانا عبد اللہ پچرالی، پشاور
- حضرت مولانا عبد الحلی جalandھری، فیصل آباد
- حاجی عبد المکھور قبیشی، حیدر آباد سندھ
- حاجی محمد صدیق ہاشمی، کھیلی گوجرانوالہ
- والدہ محترمہ حاجی حافظ شیخ نذری احمد، گوجرانوالہ

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت مرحومین کو جوار رحمت میں جگد دیں اور پسمند گان کو صبر جیل سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین۔ (اوادہ)

باقیہ: تلحیح عرب یہود و نصاری اور شیخ النبی

حکومت کے خلاف سازش کر رہے تھے اور سزا کائی کے لیے دور دراز ملک مانا بیچج دیا گیا۔ شیخ النبی نے ۱۵ فروری ۱۹۶۷ء سے ۱۱ مارچ ۱۹۷۰ء تک مانا میں قید کالی اور ”شریفی علماء“ کے فتوؤں کو مسترد کر کے ہندوستانی مسلمانوں کی نظریوں میں محترم تھے۔ رہائی کے بعد دھن و اپس پہنچتے ہی انہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف فتویٰ دیا جس میں قرآن کے یہ احکامات بھی شامل تھے کہ ”اے ایمان والو! یہود و نصاری کو اپنا دوست اور مددگار ملت ہتاو۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور جو کوئی تم میں ہے ان کو دوست اور مددگار ہاتے وہ بھی ان میں سے ہے۔“

آج جو علماء قرآنی احکامات کو نظر انداز کر کے امریکیوں کی حیات میں فتویٰ جاری کر رہے ہیں ۹۰ مختار مسعود کی طرح اپنی تاریخ سے تبلد ہیں۔ ان کا کردار مولوی عبد الحق حقانی جیسے ”شریفی علماء“ سے مختلف نہیں ہے جنہیں تاریخ فراموش کر چکی ہے لیکن وہ علماء جو افغانستان پر متوقع امریکی حملہ کے خلاف ڈٹ پکے ہیں اور جنہیں ”شریفی علماء“ کے فتوؤں کی پرواہ نہیں وہ شیخ النبی مولانا محمود حسن کی روایت کے وارث ہیں۔ اگر تائیں بی آج زندہ ہوتا تو ایسے ہماروں اور بذریعہ علماء کو دیکھ کر اسلام کے مستقبل پر ایک نئی کتاب ضرور لکھ دالتا جس میں اعتراف کرتا کہ جنہیں اپنی پرفل مارنے یاد ہو وہی نئی تاریخ رقم کر سکتے ہیں۔

اسلام کے خلاف پر اپیکنڈہ اور اس کا اصل جواب

اس کتاب میں تعلیم کیا گیا ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی اسلام نے نئی کامیابیاں حاصل کی ہیں، افریقہ میں تیزی سے نو مسلموں کا انسانوں کی تبلیغی کوشش سے زیادہ اسلام کی اپنی کوشش کی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ تاہم اس میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کو پڑھ کر حرمت ہوتی ہے کہ لکھنے والے نے یہ سطروں کیوں نکر لکھیں۔ مثال کے طور پر صفحہ ۳۹۵ پر درج ہے:

"حضرت محمد ﷺ کو اپنی زندگی میں عرب سے باہر کی علاقہ کا قبضہ حاصل نہیں ہوا، کسی طرح پیش نہیں کیا جا سکتا کہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ عربوں کے علاوہ بھی اسلام میں کسی کے لیے کوئی معنویت نہیں ہے، اگرچہ بعد کا مسلم نظریہ ان کے عالمی مقاصد کی توثیق کرتا ہے تاہم اپنی زندگی کے آخری زمانے میں انہوں نے عرب کی بعض سرحدی عیسائی ریاستوں کے خلاف مسمم بیجی ہو جزیرہ نما کے شمال میں واقع ہے۔ ان مسموں نے مسلمانوں کو عظیم یا زیستی اور ساسانی سلطنتوں سے نکرا دیا ہو پنځبر کی وفات کے جلد ہی بعد تیز رفتار اور دائیٰ فتح کا سبب بن گیں۔"

اس پر اگراف نے اسلام کو اس طبقہ پر لا کھڑا کیا ہے جہاں موجودہ مسیحیت ہے۔ باسل کے مطابق حضرت عیسیٰ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بیجی گے۔ مگر بعد کو سیٹ پل اور دوسرے مسکی راہبیوں نے کشف و روایا کا سارا لے کر مسیحیت کو عالیٰ بنا دیا مگر پنځبر اسلام کی بابت یہ بیان بالکل خلاف واقع ہے۔ قرآن میں صاف لفظوں میں اعلان کیا گیا ہے کہ آپ تمام دنیا کے لیے رحمت، بیش اور نذر یا کر بیجی گئے ہیں۔ آپ نے خود فرمایا کہ میں تمام دنیا کے لیے بیجھا گیا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں عرب کے باہر دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کے نام دعویٰ خطوط روانہ کیے اور صریح طور پر چیز کوئی فرمائی کہ اسلام عنقریب ساری دنیا میں پھیل جائے گا وغیرہ۔ اسی طرح کتاب میں وہ غلطی بھی کی گئی ہے جو موجودہ زمانے کے روایی مطابع کی بنا پر اکثر مذہبی مصنفوں کرتے ہیں کہ اتنے ہی حصہ کو اسلام قرار دوا جائے جو اس معيار پر پورا اترے باقی کو "اجراف" قرار دے کر اسلام کی حقیقت تاریخ سے الگ کر دوا جائے مگر موجودہ زمانہ کے مصنفوں اس کے بجائے یہ کرتے ہیں کہ اسلام کے نام پر مسلمانوں میں جو کچھ بھی پایا جاتا ہے اس کو اکٹھا کر دیں اور اس پورے مجموعہ کو اسلام قرار دے دیتے ہیں۔ اس طرح توحید سے لے کر بزرگ پرستی تک ہر چیز کا نام اسلام ہو جاتا ہے یا وہشت گردی سے مزار پرستی تک کا نام اسلام رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں اور بھی

لندن سے مذاہب کی ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا جمپی ہے اس میں مختلف مغربی سکالرز کے ۲۲۳ مقالات درج ہیں۔ قبل از تاریخ سے لے کر اب تک کے تمام مذاہب کی معلومات نمایت سیکٹ کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔ بڑی تعداد میں تاریخی تصویریں بھی شامل ہیں۔ طباعت اور ترتیب کی موزونیت نے کتاب کو ایک خوبصورت ابم ہا دا ہے۔ کتاب کا نام ہے

Man and his Gods

گزشتہ دونوں مجھے یہ کتاب پڑھنے کا انتقال ہوا، اس میں کچھ تین چیزوں دیکھنے اور پڑھنے کو ملیں جس میں قارئین کی شرکت ضروری سمجھتا ہوں۔ قدیم زمانے میں مذہب پر جو کتابیں لکھی جاتی تھیں وہ یا تو کسی مذہب کی موافقت پر ہوتی تھیں یا اس کی مخالفت میں۔ مذاہب کا غیر جانبدارانہ تاریخی تعارف پرانے زمانے کی ایک نامعلوم چیز تھی۔ موجودہ زمانے میں جو چیزوں پیدا ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مذاہب اور دوسرے موضوعات پر اس انداز سے کتاب لکھی جاتی ہے گویا لکھنے والا اپنے موضوع پر کوئی موافقت یا مخالفت میں رائے نہیں رکھتا۔ وہ محض ایک "قلمی کمرہ" کا فرض انجام دے رہا ہے اس کی ساری وجہی اصل صور تحمل کی تصویر کشی سے ہے نہ کہ اس کے بارے میں اپنی کوئی رائے دینے سے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی انداز پر لکھی گئی ہے۔ چنانچہ اس کے مرتب نے کتاب کا خاتمہ حسب ذیل طوروں پر کیا ہے:

"اس انسائیکلوپیڈیا نے خالق پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس کا کام حکم لکھانا یا کوئی معیار قائم کرنا نہیں، اس نے صرف سچائی کو پیش کر دیا ہے۔"

اس طرزِ تصنیف کے روایج سے مغربی سکالرزوں بالخصوص یہودیوں اور یہسائیوں نے کافی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ انداز ترتیب کے لحاظ سے مکمل طور پر غیر جانبدار رہ کر مذہب اور تاریخ کے موضوعات پر کتابیں لکھتے ہیں۔ ان کو آدمی اس طرح پڑھتا ہے گویا وہ ایک مضبوط کا علمی مطالعہ کر رہا ہے نہ کہ اس کے بارے میں کسی موافق یا مخالف کا تبصرہ پڑھ رہا ہے۔ پھر نہایت ہوشیاری سے وہ اس کے میں السطور میں اپنا نقطہ نظر شامل کر دیتے ہیں۔ اس انسائیکلوپیڈیا میں جس کا ایک مقالہ نگار ہندو اور باقی سب یہودی یا عیسائی ہیں، اسلام کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا، یہاں پر اس میں اسلام کی دعویٰ، تذہیبی اور سیاسی کامیابیوں کا فیاضانہ اعتراف موجود ہے کہ حقیقت کے اس میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ "اسلام نے انسانی تاریخ کے رخ کو موز دیا۔"

انسانی حقوق اور مغرب کے عنوان پر سیالکوٹ میں پاکستان یونیورسٹی فاؤنڈیشن کا سیمنار

جب چاہے چھالی کر دتا ہے میرا ملکوں اور بھروسے کے جملوں کے علاوہ اقتصادی پابندیوں کمزوروں کو دست دیا کر رہا ہے کسووا، یونیسا، چیخیا، داغستان، فلسطین، بھارت، افغانستان، عراق اور میغوف کشمیر میں ہونے والے ظلم و ستم اور تشدد پر امریکہ اور پورا یورپ خاموش ہے بلکہ یہ ان ملکوں پر ظلم و ستم کرنے والے خالم ملکوں کی پشت پناہی کر رہا ہے اقوام متحده امریکہ کی لوئیزی کا کروار ادا کر رہا ہے۔ شجاعت علی مجید نے کہا کہ پاکستان میں بھی انسانی حقوق کی پالی ہو رہی ہے مگر من حیث القوم نہیں بلکہ حکمران سیاستدان سرمایہ دار جاگیر اور یورو کریٹ جیسے طبقات پوری قوم کے حقوق دبائے بیٹھے ہیں۔ اور انہی لوگوں کی پشت پناہی امریکہ کرتا ہے۔

شجاعت علی مجید نے سیمنار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ افسوس تو یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے ملک میں اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کے الجبنت قوم کی تقدیر کے فیضے کرتے ہیں قوم کا اروں روپیہ کھا کر بھی قوم کے ہمدرد بنے بیٹھے ہیں۔ پاکستان میں صحت اور تعلیم کی سوتیں ایمروں کے لئے ہیں غربیوں کے لئے نہیں، ہبتالوں، جیلوں، علیمی اداروں اور دیگر ایسے شعبوں میں لوٹ مار دن بدن عام ہوتی جا رہی ہے حکمران کری بچلنے اور اپوزیشن کری حاصل کرنے کے چکر میں معروف ہیں۔ انسوں نے کہا کہ اگر یہی حالات رہے تو ملک میں خان جنگلی کا اندیشہ ہے سیمنار میں مختلف قاردادوں کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا کہ جیلوں میں بغیر کسی مقدمہ کے بند عورتوں اور مردوں کو فوری رہا کیا جائے۔ ہبتالوں میں وزیروں سفروں اور ارکان اسکلبی کا فری علاج ختم کر کے غریب لوگوں کو سولیات دی جائیں۔ کیونکہ سرمایہ دار جاگیر دار تو اپنا علاج یہروں ملک جا کر کراؤ سکتے ہیں انہیں پاکستان کے ہبتالوں میں فری علاج اور بے شمار مراعات و سولیات دینے کی بجائے مزدوروں کساؤں اور غربیوں کے لئے علاج معاملہ کی سولیات دی جائیں۔

اس سیمنار میں پروفیسر محمد شریف فریدی، علامہ حکیم محمد حسین القادری، چوبدری عبد الرزاق، پروفیسر ایلوں شاء یونیورسٹی فاؤنڈیشن کے صدر، خواجہ عدنان احمد چوبدری، شاہ احمد ایڈوکیٹ ہائی کورٹ نے بھی خطاب کیا۔

یہوں رائٹس فاؤنڈیشن آف پاکستان کے مرکزی سینکڑی جzel شجاعت علی مجید نے کہا ہے کہ چالانڈ نیبر کے خاتے کے دائی اور انسانی حقوق کے سب سے بڑے علمبردار امریکہ اور برطانیہ 35 لاکھ بچوں سے معمولی اجرت پر مشقت لے رہے ہیں۔ صرف برطانیہ میں 10 سے 16 سلسلہ ملک کے بچوں کی تعداد 20 لاکھ تک پہنچ گئی ہے جو پانچ بیت پائے کے لئے مزدوری کرتے ہیں ان خیالات کا انعامہ عالمی انسانی حقوق کی تنظیم یہوں رائٹس فاؤنڈیشن کے مرکزی سینکڑی جzel شجاعت علی مجید نے "انسانی حقوق اور مغرب" کے عنوان پر سیالکوٹ میں ہونے والے ایک عظیم الشان سیمنار میں کیا۔ جس کا انعقاد اسلامک سنٹر نے کیا۔ شجاعت علی مجید نے کہا کہ امریکہ کے کھیتوں اور محلائی کی دو کالوں میں بچوں سے مشقت لی جاتی ہے۔ میکسیکو اور جنوبی امریکہ کے دوسرے ممالک میں بچوں سے لیبر کا کام لیا جاتا ہے انسوں نے اکشاف کیا کہ امریکی فارموں میں کام کرنے والے بہت سارے بچے فعل کی پیداوار بڑھانے کے لئے استعمال کے جانے والے کیمیکل اور کیمیزے مار اور ویس کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور انہی کھیتوں میں بھاری بھر کم آلات کے استعمال سے ہزاروں معموم بچے زخمی ہو جاتے ہیں یا پھر عمر بھر کے لئے محدود ہو جاتے ہیں اور ان غریب محدود بچوں کو صحت کی سوتیوں سے بھی محروم رکھا جاتا ہے شجاعت علی مجید نے کہا ہے کہ اس وقت امریکہ اور پورا یورپ دوسرے ملکوں میں بچوں کے ہاتھوں سے بننے والی اشیاء پر پابندی لگا رہا ہے امریکہ اور اقوام متحده کے مختلف اوارے پاکستان میں چالانڈ لیبر کے خاتے کے لئے زبردست رو عمل کا انعامہ کرتے ہیں مسلسل کئی کئی جلدیوں پر مشتعل رپورٹیں شائع کی جا رہی ہیں سیالکوٹ کی صنعتوں میں فلماں تیار کر کے دنیا کو دکھا کر ملک پاکستان کو بد نام کر رہے ہیں مگر یہ ملک اور اقوام متحده کے متعلق اوارے امریکہ میکسیکو برطانیہ اور دیگر یورپیں ملکوں میں بچوں سے لی جانے والی مشقت اور مزدوری پر خاموش ہیں۔ امریکہ کا یہ دوسرا معیار منافت اور اسلام دشمن پر منی ہے۔ شجاعت علی مجید نے اپنی تقریب میں بتایا کہ اینٹی انٹر بیچل کی تازہ رپورٹ کے مطابق امریکہ میں تلاشی کے نام پر قبیلی عورتوں سے زیادتی کی جاتی ہے جبکہ زوجی کے دونوں میں بھی انہیں مسکھوں اور بیڑوں سے آزاد نہیں کیا جاتا۔ عورتوں کے حقوق کی پالی میں امریکہ سب سے آگے ہے۔ انسوں نے کہا کہ امریکہ خود سب سے بڑا شہر گرد اور انسانی حقوق کی پالی سب سے آگے ہے۔ جو کمزور ملکوں پر

ہمیں خوشی ہے کہ نوجوانوں نے اکابر کا مشن سنبھال لیا ہے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

فداء الرحمن درخواستی ایک ماہ کے تبلیغی دورہ پر آئشیلیا روانہ ہو گئے ہیں جمل سے وہ اکتوبر کے وسط میں واپس آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پاکستان شریعت کونسل کے قائدین کے اعزاز میں استقبالیہ

پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمن درخواستی اور سیکرٹری جزل مولانا زاہد الرashدی کی برطانوی سفر سے واپسی پر کراچی کے اجباب نے مدرسہ انوار القرآن مارچہ کراچی میں ان کے اعزاز میں استقبالیہ کا اہتمام کیا جس میں بریگیڈر (ر) قاری فوض الرحمن نے بھی بطور ممکن خصوصی شرکت کی۔ استقبالیہ میں کراچی کے سرکردہ علماء کرام شریک ہوئے اور کونسل کے راهنماؤں نے اپنے یہودی دورہ کے تاثرات بیان کیے جبکہ مولانا ڈاکٹر قاری فوض الرحمن نے خطاب کرتے ہوئے علماء کرام پر زور دیا کہ وہ نئی نسل کو سیرت نبویؐ سے روشناس کرنے کی طرف خصوصی توجہ دیں، معروف خطیب مولانا قاری عبد الخالق نے بھی اس موقع پر خطاب کیا۔ علاوه ازیں مولانا فداء الرحمن درخواستی، مولانا زاہد الرashدی، مولانا قاری فوض الرحمن اور مولانا قاری عبد الخالق نے جامع مسجد توحید گلشن جدید، جامع مسجد اشرفہ بری کالونی اور جامعہ عثمانیہ مسیح آباد لانڈھی میں بھی اجتماعات سے خطاب کیا۔ امیر مرکزیہ حضرت مولانا فداء الرحمن درخواستی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری اصل جدوجہد نفاذ اسلام کے لیے ہے کوئی۔ اگر اسلامی نظام صحیح معنوں میں نافذ ہو جائے تو بالآخر خود بخود حل ہو جائیں گے، انہوں نے علماء کرام پر زور دیا کہ وہ عوام میں نفاذ اسلام کا شعور بیدار کریں۔ ان اجتماعات سے مولانا عبد الرشید انصاری، مولانا احسان اللہ ہزاروی، مولانا حافظ اقبال اللہ، مولانا قاری اللہ داود، مولانا حضرت ولی اور دیگر علماء کرام نے بھی خطاب کیا۔

مدرسہ نصرۃ العلوم گو جرانوالہ کا بھرمان

ملک بھر کے ہم سلک احباب کے لیے یہ خبر خوشی کا باعث ہو گی کہ مدرسہ نصرۃ العلوم گو جرانوالہ کا جو تعاون گزشتہ پانچ ماہ سے تشویش کا باعث ہنا ہوا تھا، اس کے حل کی طرف پیش رفت کا آغاز ہو گیا ہے اور حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی دامت برکاتہم نے دوبارہ مدرسہ کا اہتمام سنبھال لیا ہے۔ احباب دعا قرائیں کہ یہاں حل طلب امور بھی خوش اسلوبی کے ساتھ ملے ہو جائیں۔ آمين یا رب العالمین۔

مجلس عمل علماء اسلام پاکستان کے امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صندر دامت برکاتہم نے کہا ہے کہ ہمیں اس بات پر خوشی ہے کہ نوجوان علماء نے اکابر کا مشن سنبھال لیا ہے اور ہم ان کے لیے دعا کو ہیں۔ یہ بات انہوں نے جمیعت علماء اسلام پاکستان کے سیکرٹری جزل مولانا عبد الغفور حیدری سے ملاقات کے دوران کی جو ان سے ملنے کے لیے مدرسہ نصرۃ العلوم گو جرانوالہ میں آئے تھے۔ اس موقع پر پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جزل مولانا زاہد الرashdی اور جمیعت علماء اسلام کے رہنماء مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا سید عبد المالک شاہ اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا کہ اسلامی نظام کے نفاذ اور عالمی کفر اور استعمار کے مقابلہ کی جدوجہد ہمارے اکابر کا ورثہ ہے اور آج کے نوجوان علماء نے جس جذبہ اور حوصلہ کے ساتھ اس مشن کو سنبھالا ہے اسے دیکھ کر ہمیں اطمینان ہے کہ اکابر کی جدوجہد کا تسلیم قائم رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ عالم اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے اور اس کے اسلام دشمن اندیمات کی مراحت ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ جمیعت علماء اسلام کے راهنماؤں نے مدرسہ نصرۃ العلوم کے مقام حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی دامت برکاتہم سے بھی ملاقات کی اور ان سے خیریت دریافت کرنے کے علاوہ مختلف امور پر ان سے تباولہ خیال کیا۔

پاکستان شریعت کونسل کی مرکزی مجلس شوریٰ میں ہو گا
کا اجلاس ۳ نومبر کو راولپنڈی میں ہو گا

پاکستان شریعت کونسل کے امیر حضرت مولانا فداء الرحمن درخواستی نے اعلان کیا ہے کہ کونسل کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۳ نومبر جمعرات کو صحیح دس بجے جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر میں ہو گا جس میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کو تجزی کرنے کے سلسلہ میں مختلف تجویز کا جائزہ لیا جائے گا۔ انہوں نے گزشتہ روز اس بارے میں کونسل کے مرکزی سیکرٹری جزل مولانا زاہد الرashdی اور صوبہ سنجاب کے امیر مولانا قاری سید الرحمن سے تباولہ خیال کیا اور ان کے مشورہ سے پروگرام کو حقیقی ملک دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم وسائل کی کمی اور دیگر مشکلات کے باوجود پاکستان شریعت کونسل کو نظریاتی یا سیاست اور فکری و علمی جدوجہد کے لیے منظم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ملک بھر کے ہم خیال علماء سے ہماری اچیل ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے ہم سے تعاون کریں۔ دریں اتنا مولانا

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے عملی نفاذ کے لیے
انتخابی اور گروہی سیاست سے الگ تھلک رہتے ہوئے
رائے عامہ کی بیداری، علماء و کارکنوں کی ذہن سازی اور دینی حلقوں میں رابطہ و مفاہمت کا فروع

پاکستان شریعت کونسل

کا مقصد قیام اور اسکی ہدف ہے اور کسی بھی دینی و سیاسی جماعت سے والیتہ حضرات اس میں شامل ہو کر فکری، نظریاتی اور علمی جدو جمد میں حصہ لے سکتے ہیں۔ البتہ پاکستان شریعت کونسل کے دستور میں صرف اتنی شرط عائد کی گئی ہے کہ اس کا کسی بھی سطح کا امیر یا جزل سیکرٹری کسی دوسری جماعت کا عمدہ دار نہیں ہو گا۔

ملک بھر میں پاکستان شریعت کونسل کی رکن سازی جاری ہے

فارم رکنیت اور دیگر معلومات حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حضرات سے رابطہ کریں

پنجاب	مولانا قاری جیل الرحمن اختر	مسجد امن باغ بیانپورہ۔ جی ٹی روڈ۔ لاہور
سنده	مولانا سیف الرحمن ارائیں	جامعہ مفتاح العلوم۔ سائنس اریہا۔ حیدر آباد
سرحد	مولانا حفیظ الرحمن المدنی	جامعہ معراج العلوم۔ ہوں
بلوچستان	مولانا حنفی داد خوستی	پین مسجد۔ شیخ آباد۔ ژوب
آزاد کشمیر	مولانا عبدالجی	مدنی مسجد۔ دھیر کوٹ۔ ضلع باغ
اسلام آباد	مولانا قاری میاں محمد نشیبدی	جامع مسجد سیدنا ابراہیم۔ واپڈا کالونی۔ H/8

اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ نفاذ اسلام کے حوالہ سے لوگوں کی ذہن سازی علماء کرام اور دینی کارکنوں کی فکری و عملی تربیت اور اسلام و شمن قوتیں اور اواروں کی سرگرمیوں کی نشان دہی اور تعاقب کی ضرورت ہے تو ہمارے ساتھ اس جدو جمد میں شریک ہوں اور اپنی صلاحیتوں، توانائیوں اور وسائل کے ساتھ اسے آگے بڑھائیں۔

الشرعہ اکیڈمی

----- زیر سپرستی -----
 حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر
 ----- زیر نگرانی -----
 مولانا زاہد الرashدی

ہاشمی کالونی، کنگنی والا، جی فی روڈ، گوجرانوالہ

☆ مجوزہ تعلیمی پروگرام ☆

- پرائمری پاس بچوں اور بچیوں کے لیے پانچ سالہ کورس جس میں حفظ قرآن کریم، عربی گرامر کے ساتھ ترجمہ قرآن پاک، دیگر ضروری دینی تعلیم، میزک کی تیاری اور کمپیوٹر ٹریننگ شامل ہیں۔
- درس نظامی کے فضلاء کے لیے ایک سالہ تربیتی کورس جس میں قابل ادیان و نظریات، تاریخ اسلام، اسلامی نظام حیات، کمپیوٹر ٹریننگ اور تحریر و تقریر کی مشق کے ساتھ نہ میزک فضلاء کو میزک کی تیاری اور میزک پاس فضلاء کو ایف اے کی تیاری کا پروگرام شامل ہے۔
- عام شریوں بالخصوص دکاء، تاجروں اور طلبہ کے لیے روزانہ مغرب سے عشاء تک قرآن کریم با ترجمہ، ضروریات دین اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام
- ضروریات دین، اسلامی تاریخ اور نظام اسلام کے حوالہ سے مختلف موضوعات پر خط و کتابت کو رسز کا اہتمام تاکہ باقاعدہ تعلیم کے لیے وقت نہ دے سکے والے حضرات و خواتین گھر بینے دینی معلومات حاصل کر سکیں۔

☆ مجوزہ تعمیری پروگرام ☆

☆ مسجد خدیجۃ الکبریٰ ☆ مدرسہ البنات ☆ دارالاقامہ ☆ لاہوری

الشرعہ اکیڈمی کے مکمل پراجیکٹ کا نقشہ تیار ہو چکا ہے جس کے مطابق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر دامت برکاتہم نے ۶۔ اپریل ۱۹۹۹ کو سرکردہ علماء کرام اور شریوں کی موجودگی میں سکھ بنیاد رکھ دیا ہے اور باقاعدہ تعمیر کا آغاز ستمبر میں کیا جا چکا ہے جبکہ تعلیمی پروگرام رمضان المبارک کے بعد شروع کرنے کا ارادہ ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اصحاب خبر سے گزارش ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعاون فرمائیں کارخانے میں شریک ہوں

----- ترسیل زر کے لیے -----

چیک یا ڈرافٹ بنام "الشرعہ" اکاؤنٹ نمبر 1260 - حبیب بینک - تھانے والا بازار برائج - گوجرانوالہ

----- رابطہ و معلومات کے لیے -----

(1) عثمان عمر ہاشمی، کالج روڈ، زین بلاک، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ۔ فون 53735

(2) حافظ محمد عمار خان ناصر، مرکزی جامع مسجد (شیرانوالہ باغ) گوجرانوالہ۔ فون 219663

(3) فیصل محبوب، سرتاج فیں، جی فی روڈ، کنگنی والا، گوجرانوالہ۔ فون 272694